ذکر اور ذاکری

جگہ جو مل گئی منبر پہ ذاکری کے لئے
ملا شعورِ سخن بھی سخنوری کے لئے

ناصرہ رضا

ذکر اور ذاکری

ناصرہ رضا

سن اشاعت : ۲۰۱۳ء

باراوّل تعداد : ۵۰۰

زیرِ اہتمام جوہر اکیڈمی

طابع : پرنٹ ایکس، کراچی۔

ہدیۂ کتاب: ۱۵۰ روپے

برائے حصولِ کتاب:

محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ

احمد بک ڈپو، انچولی

انتساب

والدین اور اپنے

تمام گھر والوں کے نام

"وَاَقِمِ الصَّلوٰۃَ الذکری."

(سورہ طٰہٰ۔۱۴)

ترجمہ: "میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو"۔

فہرستِ مضامین

باب اول

باب دوئم

باب سوئم

باب چھارم

باب پنجم

باب ششم

"وَاذْکُرْ رَبَّکَ کَثِیْرًا۔"

(سورہ آلِ عمران۔۴۱)

ترجمہ: "اپنے پروردگار کی اکثر یاد کرو"۔

عرضِ حال

الحمدللہ رب العالمین تمام حمد اس پروردگارِ عالم کے لئے ہے جس کی مدح میں بولنے والوں کے تکلم کی رسائی ممکن نہیں اور درود وسلام ہو ان ہستیوں پر کہ جن پر خود خدا درود وسلام بھیجتا ہو۔

احسان ہے اس رب کا کہ اس نے مجھے اتنی قوت بخشی کہ میں قلم اٹھاؤں اور کچھ تحریر کر سکوں۔ میری بہت عرصے سے یہ خواہش تھی کہ کوئی ایسی کتاب تحریر کروں جس سے ان بچیوں کو کچھ مدد مل سکے جو ذاکری کا شوق رکھتی ہیں مگر ان کے پاس ذاکری سیکھنے کے وسائل نہیں ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مدارس تک ہر کسی کی رسائی نہیں ہوتی ہے سب کی کچھ نہ کچھ مجبوری ہوتی ہے تو وہ بچیاں ذاکری کیسے سیکھیں کیونکہ ذاکری کرنا بھی ایک فن ہے اور جو اس فن سے آگاہ نہ ہو وہ ایک کامیاب ذاکر نہیں بن سکتا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ میں نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہاں ذاکری کا فن مجھے وراثت میں ملا۔ میرے دادا مولانا محمد مصطفیٰ جوہر ایک باکمال عالم اور خطیب تھے اور میرے تایا علامہ طالب جوہری جو موجودہ دور میں ایک بے بدل خطیب ہیں۔ اس لئے ذاکری سیکھنے کے لئے مجھے کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں پڑی وہ ایک بہت مشہور محاورہ ہے کہ "مچھلی کے بچے کو تیرنا نہیں سکھایا جاتا" بس تیرنے کا فن تو مجھے خدا نے پہلے سے عطا کیا تھا، منبر پر بیٹھنے کے لئے مجھے علم کی ضرورت تھی اور علم ہمیشہ محنت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ علم خود چل کر کسی کے پاس نہیں آتا بلکہ علم کے متلاشی کو خود تلاش کرنا پڑتا ہے اور میری تلاش مجھے "فضہ ذاکرہ کلاس" تک لے گئی۔ جہاں میری ملاقات میڈم فردوس فاطمہ سے ہوئی جو انسان کو پہچاننے کا اور اس کو تراشنے کا صحیح ہنر جانتی

ہیں۔ میڈم فردوس میں ہم کو اپنی ماں نظر آتی ہیں۔ مدرسے میں آنے والی ہر لڑکی کو اپنی بچی کی طرح سمجھتی ہیں اور ہر لڑکی کو اس کی صلاحیتوں کا یقین دلاتی ہیں کہ تم سے بہتر یہ کام کوئی نہیں کر سکتا۔ میڈم فردوس کا یہ حوصلہ ان کے شاگردوں کی زندگی بنا دیتا ہے۔ خدا انہیں جزائے خیر اور طولِ عمر صحت کے ساتھ عطا کرے۔

جب میں ''فضہ ذاکرہ کلاس'' پہنچی تو میں نے وہاں مختلف علماء کو درس دیتے سنا۔ فقہی مسائل وہاں مولانا غلام رضا روحانی بیان کرتے ہیں، اس کے علاوہ محترمہ شبانہ رضوی سے بھی مسائل کی تعلیم حاصل کی جو کہ فاضلہ قم ہیں۔ عربی وہاں خواہر صابرہ پڑھاتی ہیں۔ اخلاقیات کا درس خواہر سیما اور خواہر شمع انجم سے حاصل کیا۔ اور مجالس کے لئے مختلف اوقات میں مختلف علماء آتے رہتے تھے۔ مولانا علی مرتضیٰ زیدی، مولانا کمیل مہدوی، مولانا صابر حسن جن میں نمایاں نام ہیں۔

جب تھوڑا سا علم آیا تو میں نے اپنے فن ذاکری میں ایک مضبوطی اور ایک نکھار محسوس کیا۔ جس سال میں نے فضہ ذاکرہ کلاس سے عالمہ کی سند حاصل کی اُسی سال خداوند متعال کی مہربانی سے میں نے ''اسلامک اسٹڈیز'' میں ''ماسٹرز'' کی بھی سند حاصل کی۔ میری سوئی ہوئی خواہش پھر جاگی کہ مجھے نئی ذاکرات کے لئے کچھ کام کرنا چاہئے اور اس کام کو انجام دینے میں میری بہت زیادہ مدد کی میرے شریکِ حیات ''فرحان رضا'' نے جو کہ خود بھی صاحبِ کتاب ہیں، ان کی ایک کتاب ''مرثیہ تحت اللفظ ایک فنی مطالعہ'' ابھی کچھ عرصہ قبل ہی منظرِ عام پر آئی ہے اور مزید ایک دو کتابوں پر کام کر رہے ہیں، انہوں نے اس کتاب کا آغاز کرنے میں میری بہت زیادہ مدد کی۔

کتاب لکھتے لکھتے ایک وقت مجھ پر ایسا آیا کہ مجھے لگا کہ شاید میں یہ کام نہیں کرسکتی، میں یہ کتاب مکمل نہیں کر پاؤں گی، میں اپنے اس ادھورے کام کو لے کر میڈم فردوس سے گفتگو کر رہی تھی کہ ان کے ایک جملے نے میری کتاب کو نئی زندگی عطا کر دی، میرے حوصلوں کو نئی قوت عطا کر دی۔ انہوں نے کہا ''کام کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا ہے ہر طرح کا کام دنیا میں آتا ہے اور ہر طرح کے کام کو سراہنے والے دنیا میں موجود ہیں، ہم کسی کو کچھ نہیں پہنچا سکتے کہیں کچھ پہنچتا ہے تو وہ ہمارا خلوص ہے جو اس کی بارگاہ میں پہنچتا ہے، بس وہ ہمارا خلوص قبول کرلیں''۔

میڈم فردوس کے اس ایک جملے سے میں نے پھر ہمت باندھی اور پھر سے نئی لگن کے ساتھ کام کا آغاز کیا اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس کام میں کامیابی عطا فرمائی۔

میں شکریہ ادا کرنا چاہوں گی اپنے تمام گھر والوں کا جن کے تعاون کے بغیر میرے لئے کوئی بھی قدم اٹھانا آسان نہ تھا۔ میری عالمہ کی سند، ماسٹرز کی سند مرہونِ منت ہے میرے گھر والوں کی بالخصوص میری ساس اور بھاوجوں کی کہ جن کے ساتھ کے بغیر میرے لئے کچھ بھی کرپانا بہت مشکل تھا۔

☆☆☆☆☆

" وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ. "

(سورہ البقرہ۔۴۷)

ترجمہ: "اس کی یاد بھی کرو جس طرح تمہیں بتایا ہے"۔

مکتبِ فضہ ذاکری اور ناصرہ رضا

امام علیؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"ہر شخص کی قیمت اُس کا ہنر ہے جو اس میں موجود ہے۔"

ناصرہ۔۔۔فضہ ذاکری کلاس شاہِ کربلا ٹرسٹ رضویہ سوسائٹی کراچی کی ہونہار، محنتی، خوش کلام، خوش بیان اور خوش اخلاق طالبہ ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو کہ

محبتِ دینِ خدا آسمان سے لائی ہوئی
مکتبِ آلِ محمدؑ (فضہ ذاکری کلاس) سے فتح پائی ہوئی
معرفتِ آلِ نبیؑ دل میں سمائی ہوئی
بن کے زائرہ، حاجی مکہ مدینہ سے آئی ہوئی

یوں تو مجھے تمام طالبات اپنی بچیوں کی طرح عزیز ہیں مگر ناصرہ نے اپنی محنت و ہنرِ ذاکری کی بدولت گذشتہ تین برسوں میں فضہ ذاکری کلاس میں خاص مقام حاصل کیا۔ مجھے فخر ہے کہ فضہ ذاکری کلاس کی طالبات صرف "کتاب خواں" ہی نہیں بلکہ "صاحب کتاب" بھی ہیں جس کا ثبوت آپ کے ہاتھوں میں "ذکر اور ذاکری" نامی کتاب کی صورت میں موجود ہے۔

ذاکر یا ذاکرہ جب منبر سے مجلس پڑھ کر اترتے ہیں تو بہت سے عزادار کبھی واقعی اور کبھی دل رکھنے کے لئے ضرور یہ جملہ کہتے ہیں کہ "ماشاء اللہ، بہت اچھی مجلس پڑھی" بالکل اسی طرح کتاب کے حوالے سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ "ماشاء اللہ، بہت اچھی کتاب لکھی" درحقیقت یہ تو قاری طے کرے گا کہ کتاب کس حد تک اپنے موضوع کا حق ادا کر سکی ہے لیکن یہ میں پورے یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ "ذکر اور ذاکری" کی صورت میں "فضہ ذاکری کلاس" کی "ہونہار ذاکرہ" نے

جس ذکر کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا وہ ''ذکرِ اہلبیتؑ'' ہے اور یہ ذکر اور اس کا خلوص انشاء اللہ بارگاہِ رسالتؐ میں قبول و مقبول ہوگا۔

موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہہ جائے گا
ہاں مگر نامِ حسینؑ ابنِ علیؑ رہ جائے گا

سیدہ فردوس فاطمہ
پرنسپل فضہ ذاکری کلاس
شاہِ کربلا ٹرسٹ، رضویہ کراچی

☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

عَنۡ اَبی ھارون اللمفکوف قال دَخُلۡتُ علی الی عبد اللّٰہ علیہ السلام فقال لی اَنۡشِدُفِی فَاَنۡشَدتُہٗ فقال لَا کَما تُنۡشِدُوۡن وَکَما تَرۡثِیہِ عِنۡدَ قَبۡرِہٖ فَاَنۡشَدۡتُہٗ۔

ابو ہارون المفکوف کا کہنا ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا: مجھے امام مظلومؑ کے بارے میں چند اشعار سناؤ۔ میں نے آپؑ کے حکم کی تعمیل کی۔ امامؑ نے فرمایا: ایسے نہیں بلکہ جس طرح تم آپؑ کی قبر مبارک پر مرثیہ گوئی کرتے ہو اس طرح سناؤ۔ چنانچہ میں نے مذکورہ کیفیت سے چند اشعار آپؑ کو سنائے۔

(بحار الانوار، ج44، ص287)

ذکر کی معرفت اور اہمیت اور خاص ذکرِ امام حسینؑ کے آداب اور ذاکرین کی ذمہ داریوں پر محترمہ ناصرہ جوہری کی کتاب پر جب رائے دینے کی بات کی گئی تو میرے سامنے یہ حدیث مبارکہ آئی جس میں امامؑ نے بیان فرمایا کہ اس ذکر کو خاص انداز سے کیا جانا کتنا ضروری ہے۔ جس میں خلوص، آداب اور محبت کا ہونا نہایت ضروری ہے اور خاص یہ کہ تصور ہو کہ ہم امامؑ کے حضور موجود ہیں، اور کیوں نہ ہو کہ ذکر ان کا ہے جن کو جناب رسولِ خداؐ نے قرآن کے ساتھ قرار دیا ہے۔ انی تارک فیکم الثقلین ...

یہ دونوں ایک دوسرے کے معین ہیں، قرآن اہل بیتؑ کے لئے اور اہل بیتؑ قرآن کے لئے۔

جس طرح تلاوتِ قرآن کے کچھ آداب ہیں، جن میں سے کچھ واجب اور کچھ مستحب

ہیں، اسی طرح قرآن کے بارے میں ذمہ داریاں ہیں کہ پڑھیں، سمجھیں اور عمل کریں۔ بالکل اسی طرح ذکرِ اہل بیتؑ خصوصاً ذکرِ امام حسینؑ کے بھی آداب اور ذمہ داریاں ہیں اور ان پر عمل کئے بغیر ہم خود کو ذاکر نہیں کہہ سکتے۔

الحمدللہ ایامِ عزا میں مجالس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور اسی طرح ذاکرین کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اور ہونا چاہئے۔ لیکن معیاری اور تعلیماتِ اہل بیتؑ کے مطابق نہیں ہو رہا ہے۔ ضرورت تھی کہ ان آداب و ذمہ داریوں سے آسان فہم زبان میں نئے آنے والوں کو روشناس کرایا جائے۔ ہر چند بڑے بڑے علماء فضلاء قدیم نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں جیسے کہ ''آداب اہل عبد'' یا آقای مطہری کی کتب۔ لیکن ایک تو ان کتابوں کے مطالب نہایت دقیق ہیں دوسرے زبان علمی زبان ہے جو کہ نئے پڑھنے والوں کے لئے ایک دم سے پڑھنا اور سمجھنا وقت چاہتا ہے۔

لیکن ناصرہ جوہری صاحبہ نے نہایت آسان زبان میں آداب اور ذمہ داریوں کو نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ مثالوں کے ذریعے بیان فرمایا ہے۔ یقیناً اس میدانِ ذکرِ اہل بیتؑ میں قدم رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔

خود ناصرہ جوہری صاحبہ کے لئے کیا کہوں؟ کیونکہ ان کا تعارف میرے لئے فقط جوہری خاندان کی ایک ہونہار خاتون کی حیثیت سے حال ہی میں ہوا ہے۔ لیکن ان کی کتاب دیکھ کر اندازہ ہوا کہ دینی، علمی خاندان میں پیدا ہونے والے بچے، بچیاں اپنے تربیت کنندگان کو کبھی مایوس نہیں کرتی ہیں۔

فاطمہ عباس سبزواری

فاضلہ قم

" اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اَوْ تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ

اَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنَّ الْقُلُوْبُ. "

(سورہ رعد۔ ۲۸)

ترجمہ: " جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ان کے دلوں کو یادِ خدا سے تسلی ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ ہی کی یاد سے دلوں کو تسلی ہوا کرتی ہے"۔

باب اول

☆ ذکر کیا ہے

☆ ذکر کی تعریف

☆ فضائل و مصائب

☆ ذکر کی اقسام

☆ ذکر کا مقصد

☆ ذکر کی مخالفت

☆ ذکر کے فوائد

ذکر کیا ھے

☆ لغوی معنی:

ذکر جو کہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کے لغوی معنی یاد،[1] بیان، چرچا، تذکرہ، خدا کا نام لینا۔

(۱) نسیم اللغات

یعنی معلوم یہ ہوا کہ کسی کی یاد میں اس کا نام لینا یا کسی کی یاد میں اُس کے بارے میں کچھ بیان کرنا ذکر ہے۔

☆ قرآن کی روشنی میں:

قرآن مجید میں بھی لفظ ''ذکر'' یاد کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) وَاَقِمِ الصَّلوٰۃَ لِذِکْرِی. (سورہ طٰہٰ۔۱۴)

ترجمہ: ''میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو''۔

(۲) وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدٰیکُمْ. (سورہ البقرہ۔۱۹۸)

ترجمہ: ''اس کی یاد بھی کرو جس طرح تمہیں بتایا ہے''۔

(۳) وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا. (سورہ آل عمران۔۴۱)

ترجمہ: ''اپنے پروردگار کی اکثر یاد کرو''۔

(۴) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ.

(سورہ رعد۔۲۸)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ان کے دلوں کو یادِ خدا سے تسلی ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ ہی کی یاد سے دلوں کو تسلی ہوا کرتی ہے''۔

(۵) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ. (سورہ منافقون۔۹)

ترجمہ: ''اے ایمانداروں! تمہارے مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں اور جو ایسا کرے گا وہی لوگ گھاٹے میں رہیں گے''۔

☆ حدیث کی روشنی میں:

رسول خداﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) علیک بتلاوۃ القران وذکر اللّٰہ کثیرا فانّہ ذکرٌ لک فی السّماء، ونورٌ لک فی الارض.

ترجمہ: ''قرآن کی تلاوت اور بکثرت خدا کی یاد تم پر لازم ہے کیونکہ اس سے آسمان پر تمہاری یاد ہوگی اور تمہارے لئے زمین پرنُور رہوگا''۔ (میزان الحکمت جلد۳)

(۲) اکثرھم ذکراً اللّٰہ واعملھم بطاعتہ. (سورہ طٰہٰ ۱۴)

ترجمہ: ''جو اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں اور سب سے زیادہ اس کی اطاعت کرتے ہیں''۔

☆☆☆☆☆

ذکر کی تعریف

ذکر کی تعریف:

قرآن اور حدیث کی روشنی سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ ذکر کے معنی ہیں "یاد کرنا" اب چاہے وہ خدا کی یاد ہو، خدا کے حبیبؐ کی یاد ہو یا معصومینؑ کی یاد ہو۔ انسانی نفسیات یہ ہے کہ انسان جس سے کثرت سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر بھی کثرت سے کرتا ہے۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی واقعہ اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ اس کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔ جس میں فضائل و مصائب دونوں شامل ہیں۔ رسولؐ خدا نے جا بجا اپنے اہل بیتؑ کے فضائل و مصائب بیان کیے ہیں۔

(۱) اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِد.

ترجمہ: "میں اور علی ایک نور سے ہیں"۔

زَیِّنُوا مَجَالِسَکُمْ بِذِکْرِ عَلِیٍّ

ترجمہ: "اپنی مجالس کو ذکرِ علیؑ سے زینت دو"۔

اِنَّ عَلِیًّا مِنِّی وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِن.

ترجمہ: "بیشک علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ ہر مومن کا ولی (سرپرست) ہے"۔

لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیٌّ وَوَارِثٌ وَاِنَّ عَلِیًّا وَصِیِّی وَوَارِثِی.

ترجمہ: "ہر نبی کا ایک جانشین اور وارث ہوتا ہے اور میرا وارث اور جانشین علیؑ ہے"۔

حُبُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ یَاکُلُ السَّیِّئَاتِ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

ترجمہ: "علیؑ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو"۔

اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مقامات پر رسول خدا نے مولا علیؑ کا ذکر کیا ہے۔ مگر اس

کے ساتھ ہی مولا علیؑ پر آنے والے مصائب کا بھی ذکر کیا ہے۔

''یا علی میرے بعد تم پر بہت مصائب ڈھائے جائیں گے مگر صبر سے کام لینا''۔

اسی طرح اپنی اکلوتی بیٹی شہزادیٔ کونین کا بھی ذکر رسول خدا کی زبانی ملتا ہے۔

فَاطمه بِضعَةُ منی.

ترجمہ: ''فاطمہ میرا ٹکڑا ہے''۔

اور نبیؐ نے یہ بھی فرمایا: یا فاطمه انک اول من یلحق بی من اهل بیتی.

ترجمہ: ''اے فاطمہ! میرے اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہوگی''۔

کبھی اپنے نواسوں کے لیئے فرماتے نظر آتے ہیں:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدِ الشَّبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

ترجمہ: ''حسنؑ اور حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں''۔

کبھی اسی طرح سے اپنے نواسے حسینؑ کا ذکر کرتے ہیں۔

حُسَیْنُ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ.

ترجمہ: ''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں''۔

اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْناً.

ترجمہ: ''خدا اُسے دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھتا ہے''۔

فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ.

ترجمہ: ''جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا''۔

رسولؐ خدا نے اپنے اہل بیتؑ کا ذکر جا بجا کیا ہے۔

مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ مَثَلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرَق.

ترجمہ: ''میرے اہل بیتؑ کی مثال نوح کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی وہ غرق ہوا''۔

☆☆☆☆☆

ذکر کی اقسام

ذکر کی اقسام:

یوں تو ذکر کی بہت سے اقسام ہیں لیکن جو زیادہ اہم ہیں ان کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

(۱) ذکر لسانی (زبان سے ذکر)

(۲) ذکر جنابی (دل سے ذکر)

(۳) ذکر ارکانی (عمل سے ذکر)

☆ ذکر جنابی:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (سورہ رعد۔۲۸)

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ان کے دلوں کو خدا کی یاد سے تسلی ہوا کرتی ہے۔ یادرکھو خدا ہی کی یاد سے دلوں کو تسلی ہوا کرتی ہے"۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ فقط دل میں خدا کو یاد کر لینا بھی ذکر ہے۔ جسے ذکرِ جنابی کہتے ہیں۔

☆ ذکر ارکانی:

ذکرِ ارکانی اس ذکر کو کہتے ہیں جسے ہم اپنے عمل سے بیان کرتے ہیں کچھ عمل ایسے ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر ہی کسی کی یاد آجاتی ہے۔

مثال کے طور پر

ہم جب حج پر جاتے ہیں اور ارکانِ حج ادا کرتے ہیں تو کچھ ہستیوں کے عمل کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں۔

(۱) جب شیطان کو پتھر مار رہے ہوتے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ کا پتھر مارنا یاد آتا ہے۔

(۲) جب جانور قربان کرتے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی قربانی یاد آتی ہے۔

(۳) جب صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں تو حضرت ہاجرہ کے دوڑنے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اس ذکر کو ذکرِ ارکانی کہتے ہیں کہ اپنے عمل سے کسی کے عمل کی یاد تازہ کی جائے۔

☆ ذکرِ لسانی:

ذکرِ لسانی یعنی زبان سے ذکر بیان کرنا چاہے وہ ذکر کسی بھی ہستی کا ہو چاہے وہ ذکرِ خدا ہو، چاہے وہ ذکرِ رسولؐ ہو یا چاہے وہ ذکرِ اہل بیتؑ ہو۔ یہ ہی وہ ذکر ہے جو ہماری کتاب کا موضوع ہے اور اس پوری گفتگو کا محور ہے۔

اس ہی ذکر کو موضوع بناتے ہوئے ہم اس کے فوائد اس کے مقاصد اور مخالفین کو اس ذکر سے کیا نقصانات ہیں اس پر تبصرہ کریں گے۔

☆☆☆☆☆

ذکر کا مقصد

ذکر کا مقصد:

جیسے ہی محرم کا چاند نمودار ہوتا ہے تمام شیعہ سیاہ لباس پہن لیتے ہیں، اپنے اوپر ایک سوگ طاری کر لیتے ہیں، گھروں میں فرشِ عزا بچھ جاتے ہیں اور ذکر و ذاکری کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جو دو مہینہ آٹھ دن مسلسل جاری رہتا ہے۔ عزادار فرشِ عزا پر تشریف لاتے ہیں اور ذاکر منبر سے ذکرِ اہل بیتؑ بیان کرتا / بیان کرتی ہے۔

جب ذاکر اہل بیتؑ کے فضائل بیان کرتا ہے تو محبانِ اہل بیتؑ خوشی سے نعرے لگاتے ہیں اور درود بھیجتے ہیں اور جب ذاکر مصائبِ اہل بیتؑ بیان کرتا ہے تو محبوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب رواں ہوتا ہے۔

کسی نے آٹھویں امام علی رضاؑ سے سوال کیا تھا "کہ آپ محرم شروع ہوتے ہی اس قدر گریہ کیوں فرماتے ہیں؟"۔ تو آپؑ نے فرمایا تھا: "کہ غدیر کی طرح کربلا کو بھی فراموش نہ کر دیا جائے اس لئے ہم ہر سال اس سانحہ کی یاد مناتے ہیں"۔

اس ذکر کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ اسے فراموش نہ ہونے دیا جائے۔

اس کے علاوہ جب بھی ذکرِ اہل بیتؑ ہوتا ہے حق اور باطل میں واضح فرق ظاہر ہوتا ہے کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر۔ ذکرِ امام حسینؑ کس طرح حق و باطل میں فاصلہ پیدا کرتا ہے یہ ہمیں اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد حسینی شیرازی اپنی کتاب "تاثیر مجالسِ عزاداری" میں تحریر کرتے ہیں "کسی ملک میں ایک ذاکر منبر سے کہتا ہے: جس وقت امام حسینؑ کا سرِ مبارک یزید کے سامنے لایا

گیا تو وہ ملعون شراب پی رہا تھا۔ اس کے ساتھ وہ ذاکر شراب اور شراب نوشی کی مذمت کرتا ہے"۔

اس کے بعد وزارتِ داخلہ کا محکمہ اس ذاکر کو طلب کرتا ہے اور کہتا ہے: تم نے آج اس ملک کے بادشاہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔

ذاکر: میں نے تو بادشاہ کا نام بھی نہیں لیا۔

آفیسر: کیا تم نے منبر سے شراب اور شراب نوشی کی مذمت نہیں کی ہے؟

ذاکر: جی ہاں کی ہے۔

آفیسر: یہی تو بادشاہ کی شان میں گستاخی ہے کیونکہ ہمارا بادشاہ بھی تو شراب پیتا ہے۔

ذاکر: حضور! ہم تو چودہ سو سال سے شراب اور شراب نوشی کی مذمت منبروں سے کرتے آ رہے ہیں۔ بادشاہ سے اس کا کیا تعلق ہے اور میرا مقصد ہرگز بادشاہ نہیں تھا۔

آفیسر: آج تمہیں معافی مل رہی ہے لیکن اب اگر دوبارہ بادشاہ کی شان میں گستاخی ہوتی تو جیل جاؤ گے۔

دوسرے دن ذاکر نے منبر سے پڑھا: یزید یک انتہائی پلید شخص تھا۔ بیت المال کی تقسیم کے وقت جو سارے مسلمانوں کا حق ہے اپنے گھر والوں اور ساتھیوں میں تقسیم کر دیتا تھا اور بیت المال سے فقیروں اور محتاجوں کا حق نہیں دیتا تھا۔

جب ذاکر منبر سے اُترا تو پھر اُس کو آفیسر نے پکڑ لیا اور کہا کہ تم نے بادشاہ کی شان میں پھر گستاخی کی ہے۔

ذاکر: آج تو میں نے شراب نوشی کا نام بھی نہیں لیا ہے۔

آفیسر: تم نے منبر سے کہا کہ یزید غریبوں کا حق نہیں دیتا تھا اور اپنے حواریوں میں مال لٹاتا تھا تو بادشاہ بھی یہی کام کرتا ہے۔

ذاکر: میرا بادشاہ کو کہنے کا مقصد نہیں تھا۔

آفیسر: اب اگر دوبارہ بادشاہ کی توہین کی تو اب نہیں بچو گے۔

ذاکر: تیسرے دن منبر پر آئے اور کہا: کل رات میں ایک تاریخی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا

کہ امام حسینؑ کو ایک دن مدینے میں سردی لگی اور زکام ہوا۔ یہ زکام امام کے سینے تک پہنچا اور اس سے آپؑ کے سینے میں درد ہونے لگا۔ آپؑ طبیب کے پاس گئے لیکن سینے کا درد اور نزلہ شدت اختیار کرتا گیا۔ آپؑ کے بستر پر ہی طبیب لایا گیا، طبیب نے کہا آپؑ کے درد کی دوا نہیں ہے لیکن یہ کہ آپؑ علمِ امامت سے اپنا علاج کر لیں۔ مگر امامؑ نے ایسا نہ کیا اور مدینے میں ہی دنیا سے چلے گئے۔ امام زین العابدینؑ نے اپنے بابا کو غسل دیا، کفن پہنایا اور بہترین انداز میں آپؑ کی تشیع جنازہ ہوئی اور امام حسینؑ کو اپنے بھائی امام حسنؑ کے پہلو میں جنت البقیع کے اندر دفن کر دیا گیا۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام حسینؑ کربلا میں شہید ہوئے ہیں جھوٹ ہے''۔

یہ سن کر سامعین حیران ہو کر ایک دوسرے کو تکنے لگے یہ ذاکر کیا پڑھ رہا ہے؟ آج تک تو یہ صحیح تقریر کیا کرتا تھا۔ آج اس کو کیا ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شور شرابہ ہونے لگا اور فوراً ہی یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی۔ پھر سے حکمران کے آفیسر آئے اور ذاکر کو پھر گرفتار کر لیا اور کہا ''یہ کیا کر رہے ہو تم؟ کیا پڑھ دیا تم نے؟''

ذاکر: میں نے آج یزید کا نام بھی نہیں لیا ہے کہ آپ کہیں کہ بادشاہ بھی یہی کام کرتا ہے اس سے بادشاہ کی شان میں گستاخی ہوئی ہے۔

آفیسر: تمہاری وجہ سے پورے شہر میں شور و غل مچا ہوا ہے۔

ذاکر: اس میں آپ کی ہی خطا ہے میں نے جب جب یزید کے مظالم کا ذکر کیا آپ نے یہ کہہ کر مجھ گرفتار کر لیا کہ تم نے بادشاہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔

کیا ایسا ممکن ہے کہ امام حسینؑ کے مصائب کا ذکر ہو اور یزید کے مظالم کا ذکر نہ ہو۔ جب جب مولا حسینؑ پر کیے جانے والے مظالم کا تذکرہ ہوگا تو ان مظالم کو کرنے والے کا بھی تذکرہ ہوگا۔

جب جب حق کا ذکر ہوگا ساتھ ساتھ باطل کا بھی ذکر ہوگا۔ ذکرِ امام حسینؑ ہر دور کے باطل کو عیاں کرے گا۔ اب یا تو راہِ حق سے بھٹکے ہوئے افراد راہِ راست پر آجائیں یا نہیں تو پھر یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ ذکرِ حسینؑ ہی ختم ہو جائے کیونکہ اگر ذکرِ امام حسینؑ ہوگا تو وہ چہرے بھی سامنے آئیں گے جو حق پر ہیں اور وہ چہرے بھی عیاں ہوں گے جو باطل کے ساتھ ہیں۔

”یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ
وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ
ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ۔“

(سورہ منافقون۔۹)

ترجمہ: ”اے ایمانداروں! تمہارے مال اور
اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں اور جو ایسا کرے گا
وہی لوگ گھاٹے میں رہیں گے“۔

ذکر کی مخالفت

ذکر کی مخالفت:

یہ ہی وجہ ہے کہ باطل پرستوں نے ہر دور میں ذکر و مجالس کی مخالفت کی ہے اور اس مخالفت کا آغاز تو اس ہی وقت ہو گیا جب ہماری شہزادی بنتِ رسول گریہ کیا کرتی تھیں تو لوگوں سے برداشت نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر بی بی گریہ کر رہی ہیں تو گریہ کرنے کی وجہ بھی سامنے آئے گی اور جب گریہ کرنے کی وجہ سامنے آئے گی تو باطل کا چہرہ فاش ہوگا، سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کون حق ہے اور کون باطل ہے، کس پر ظلم ہوا ہے اور کس نے ظلم کیا ہے۔

اسی لئے ظالموں نے یہی ٹھیک سمجھا کہ ذکرِ حسینؑ کو ہی ختم کر دیا جائے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جتنا ذکرِ حسینؑ کو مٹانے کی کوشش کی گئی ہے اتنا ہی ذکرِ حسینؑ اُبھر کر سامنے آیا ہے۔ خلفاء عباس نے تو حکومت کی سطح پر شیعوں کی نسل کشی کا کام کیا ہے۔ شیعوں کے خون سے گارا بنایا گیا، ان کے سروں سے دیواریں چُنی گئیں اور بعض کو تو زندہ ہی دیوار میں چنوا دیا گیا۔

متوکل عباسی نے قبرِ امام حسینؑ پر پانی پھروا دیا کہ نہ ہوگی قبرِ حسینؑ نہ رہے گا ذکرِ حسینؑ مگر وہ بہت مشہور شعر ہے نا کہ

فانوس بن کہ جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

خدا نے قبرِ امام حسینؑ کی بھی حفاظت کی اور ذکرِ امام حسینؑ کی بھی حفاظت کی۔

ایک اور دفعہ متوکل اپنے گھوڑے پر سوار جنگل سے جا رہا تھا۔ شام کا وقت ہو گیا۔ محرم کا چاند نظر آیا۔ اپنے دل میں کہنے لگا ’’خدا کا شکر ہے کہ اس محرم میں کوئی حسینؑ کا نام لینے والا موجود

نہیں ہے"۔ اتنے میں کسی جانب سے مجلس کی آواز سنائی دی وہ آواز کی سمت میں گیا تو دیکھا کہ کچھ عورتیں پہاڑ کے ایک غار میں چھپ کر مجلس کر رہی ہیں اور ایک عورت پتھر پر کھڑی ہو کر ذکرِ حسینؑ بیان کر رہی ہے۔ متوکل آگ بگولا ہو گیا اور ذاکرہ کے نیزہ مارا جس سے وہ مومنہ شہید ہو گئی ۔(ذخیرۃ المجالس)

زمانہ چاہے جو بھی ہو مجالس اور عزاداری کی مخالفت ہر زمانے میں عروج پر رہی ہے۔ جب بھی کوئی ظالم اقتدار میں آیا اس نے مجالس وعزاداری کی مخالفت کی۔ ایران میں رضا خان پہلوی جب اقتدار میں آیا تو پہلے تو وہ خود جلوس وعزاداری میں شریک ہوتا تھا مگر بعد میں عزاداری پر پابندی لگا دی اور ذاکرین کو گرفتار کروانا شروع کر دیا۔ عراق میں یاسمین ہاشمی نامی شخص نے اسی طرح عزاداری کی مخالفت کی اور ترکی میں مصطفیٰ کمال اتاترک نے یہی کام انجام دیا۔ اور آج کے دور میں بم دھماکوں سے عزاداری وجلوس کی مخالفت کی جا رہی ہے کہ ان حضرات کے چہرے بے نقاب نہ ہو جائیں جن کے اعمال ابھی سب پر عیاں نہیں ہیں۔

☆☆☆☆☆

عزاداری و ذکر کا فائدہ

عزاداری وذکر کا فائدہ:

عزاداری ومجالس کے اتنے فوائد ہیں کہ باخدا انہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ چند فوائد کا یہاں تذکرہ کیا جارہا ہے:

بچوں کی تربیت:

فرشِ عزا کو درسگاہ سے تشبیہ دی جاتی ہے جو کہ بالکل درست ہے۔ یہاں پر ذاکر معصومین کے فضائل بیان کرتا ہے، ہمارے معصومین کا طرزِ عمل کیا تھا، اخلاقیات بیان کرتے ہیں، جو بچے سنتے ہیں اور سیکھتے ہیں۔

مصر کا ایک رائٹر ''سلامیہ موسیٰ'' اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

''بچے کا ذہن پیدائش کے بعد ایک خالی کیسٹ کی طرح ہوتا ہے جو چاہیں اس میں ریکارڈ کر سکتے ہیں''۔

مولائے کائنات نے بچوں کو کچی لکڑی سے تشبیہ دی ہے کہ اس کو جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں۔اب معصوم بچے جب مجالس میں آتے ہیں اور اپنے مولا کا ذکر سنتے ہیں تو وہی درس حاصل کرتے ہیں جو انہیں اس درس گاہ سے ملتا ہے۔اسی لئے ہمارے ہاں کے بچے بچپن ہی سے ان درسگاہوں کے عادی ہوتے ہیں اور استفادہ حاصل کرتے ہیں۔دوسرے مذاہب میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جب دروس کا سلسلہ ہوتا ہے تو بچوں کو وہاں لانے کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔جبکہ ہمارے ہاں تو بچے بوڑھے کسی کی کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ ہماری مجالس میں تو وہ افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں جن کا ہمارے مسلک سے تعلق بھی نہیں ہے۔اس فرشِ عزا کے دروازے ہر خاص وعام

کے لئے کھلے ہوتے ہیں۔ ہر کوئی ان مجالس سے استفادہ حاصل کرسکتا ہے۔ جس سے سب کے علم میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور اپنے نظریات بھی با آسانی لوگوں تک پہنچائے جاسکتے ہیں۔ اور ان مجالس کے ذریعے ہمیشہ ہمارے بزرگوں کی یاد تازہ رہتی ہے۔

آیۃ اللہ شیرازی بیان کرتے ہیں کہ:

ایک مرجع نے مجھے قم میں بتایا کہ جس وقت میں عراق میں پڑھتا تھا میں نے سنا کہ بغداد میں ایک مسیح مشنریوں اور روحانی جس کا نام "انباس کارمل" تھا۔ ہر ہفتے اپنے گھر پر لوگوں کو بلاتا اور مسیحیت کی تبلیغ کرتا تھا۔ ایک دن میں بھی بغداد والوں سا لباس پہن کر ان کے درس میں گیا تو وہاں تھوڑے سے لوگ تھے۔ اس مسیح نے درس کا آغاز کیا اور پورے درس میں اس کی توجہ میری طرف تھی۔ درس کے بعد جب میں جانے لگا تو مسیح نے مجھے آواز دے کر روکا اور پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا: میرا لباس بتاتا ہے۔

اس نے کہا: تمہاری شکل بتاتی ہے کہ تم اس شہر کے نہیں ہو۔

میں نے کہا: میں ایک دینی طالب علم ہوں۔

اس نے کہا: شیخ ہو یا سید؟

میں نے کہا: سید ہوں۔

اس نے کہا: آج میں تمہیں ایسی بات بتاتا ہوں جو میرے علاوہ کسی سے نہیں سنو گے۔ میں ایک مسیح ہوں اور مجھے اسلام سے کوئی واسطہ نہیں لیکن یہ جان لو کہ تمہارا نبیؐ بہت سمجھدار آدمی تھا۔

میں نے کہا: وہ کیسے؟

اس نے کہا: انہوں نے تمہارے درمیان کچھ ایسی چیزیں چھوڑی ہیں جن سے تمہارا دین پھیلتا ہے۔

میں نے کہا: وہ کون سی چیزیں ہیں؟

اس نے کہا: (۱) قرآن۔ (۲) سادات۔ جو ہمیشہ تمہارے نبیؐ کی یاد کو تازہ رکھتے ہیں۔

(۳) تمہارے اماموں کے روضے: جن کی زیارت کے لئے مسلسل لوگ جاتے رہتے ہیں اوران کی یادتازہ رہتی ہے۔

(۴) مجالسِ عزااورذاکری: دیکھیں میں نے یہاں کتنا پھل اور شیرینی رکھی ہے۔کہ جو چاہے آئے اور کھائے مگر کوئی نہیں آتا ہے۔ جبکہ تم لوگ اپنے دروازے پر سیاہ علم لگاتے ہو جس پر ''یاحسینؑ'' لکھا ہوتا ہے اور مجلس میں بھی صرف چائے سے خاطر مدارت کرتے ہو پھر بھی تمہارے ہاں کی مجالس ہر وقت لوگوں سے بھری رہتی ہیں۔ یہ مجالس ایک بہت بڑی وجہ ہے تمہارے مذہب کو زندہ رکھنے کی۔ جس سے تمہارے مذہب کی یاد صرف تمہارے ذہنوں میں نہیں بلکہ اور لوگوں کے ذہنوں میں بھی تازہ رہتی ہے۔

ان مجالس کے فوائد میں ایک بہت اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ چھٹے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

''جہاں بھی ہمارے جد کی مجلس ہوتی ہے ہم خود وہاں موجود ہوتے ہیں''۔اس سے بڑھ کر ہماری کیا خوش قسمتی ہوگی کہ جس فرش پر ہم بیٹھے ہیں ہمارے معصومینؑ بھی وہاں موجود ہیں۔جہاں بیٹھ کر ہم آنسو بہا رہے ہیں ہماری بی بی بھی ہمارے ساتھ گریہ کررہی ہیں۔''

امام علی رضاؑ فرماتے ہیں:

''جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کر کے روئے اور رُلائے تو اس کی آنکھیں اس دن نہ روئیں گی جس دن سب آنکھیں رو رہی ہوں گی۔ اور جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے کہ وہاں ہمارا ذکر ہوتا ہو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب دل مردہ ہوں گے''۔

(بحارالانوار)

امام حسینؑ فرماتے ہیں:

''جس بندہ مومن کی آنکھ سے ایک قطرہ آنسو ہماری مصیبت میں نکلے یا آنکھیں آنسو سے بھر آئیں حق تعالیٰ اس کو ہمیشہ بہشت میں ساکن رہے گا۔ (بحارالانوار)

☆☆☆☆☆

باب دوئم

ذکر کا آغاز

(1) حضرت آدمؑ

(2) حضرت نوحؑ

(3) حضرت یعقوبؑ

(4) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(5) بی بی سیدہؑ

(6) مولا علیؑ

(7) جنابِ حسنینؑ

ذکر کا آغاز

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں تو اب دیکھیں کہ انبیاء نے کس انداز سے ذکر کیا ہے۔

☆ ابوالبشر حضرت آدمؑ:

یوں تو حضرت آدمؑ جب جنت سے بے دخل ہوئے تو دنیا میں آکر جنت کو یاد کر کے گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ مگر کسی کی شخصیت کو یاد کر کے گریہ کرنے کا آغاز اُس وقت ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدمؑ نے چالیس دن تک ہابیل کو یاد کر کے گریہ کیا۔

☆ حضرت نوحؑ:

چھٹے امام سے کسی نے حضرت نوحؑ کا نام دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا نام عبد الغفار تھا ان کو نوحؑ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نوحہ کرتے تھے۔ (قصص الانبیاء)

حضرت نوحؑ کا نام نوحؑ کثرتِ گریہ کی وجہ سے ہوا۔

☆ جناب یعقوبؑ:

جناب یعقوبؑ نے اپنے فرزند جناب یوسفؑ کے فراق میں اتنا گریہ کیا کہ بینائی سے محروم ہوگئے۔ جبکہ یہ جدائی ظاہری تھی مگر پھر بھی آپؑ اپنے بیٹے کو یاد کر کے گریہ کیا کرتے تھے۔

☆ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

سب سے پہلے تو اپنے چچا جناب حمزہ کی شہادت پر رسول خدا کا رنج وملال نظر آتا ہے۔

جناب خدیجہ اور حضرت ابوطالب:

جناب خدیجہ کی وفات کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا غم ہوا کہ آپ ان کو یاد کر کے غمگین ہو جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی جوان ازواج نے اعتراض کیا کہ جوان ازواج کے ہوتے ہوئے آپ ایک بوڑھی عورت کے غم میں مبتلا رہتے ہیں تو آپ یہ سن کر شدید ناراض ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ ''خدیجہ کی جگہ کوئی اور نہیں لے سکتا ہے''۔

اور اسی سال جنابِ ابوطالبؑ کی وفات نے آپ کو مزید رنج میں مبتلا کر دیا۔ ایک ہی سال میں دو عزیز ترین ہستیوں کے گزر جانے کا اتنا صدمہ ہوا پیغمبر اسلامؐ کو کہ اس سال کو ''عام الحزن'' کہا جانے لگا۔ یعنی غموں والا سال۔

☆ بی بی فاطمہؑ کا مرثیہ:

اس کے علاوہ ہمیں شہزادی کونین بنتِ رسول سیدہ فاطمۃ الزہرۃ کا درد بھرا مرثیہ ملتا ہے جو انہوں نے اپنے بابا کی رحلت کے بعد ان کی قبر مبارک پر بیٹھ کر پڑھا تھا:

ماذا علی من شمَّ تربۃ احمد
ان لا یشمَّ مدی الزمان غوالیا
صُبَّت عَلَیَّ مصائبٌ لو انّھا
صُبَّت عَلَی الایّامِ صِرنَ لَیالیاً

جس نے زندگی میں تربت احمد کی خوشبو کو سونگھ لیا تو وہ اگر پوری زندگی کوئی دوسری خوشبو نہ سونگھے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مجھ پر اتنے مصائب آئے کہ اگر وہ مصائب دنوں پر نازل ہوتے تو وہ راتوں میں بدل جاتے۔ (بیت الاحزان 263)

کتاب بیت الاحزان (شیخ عباس قمی) میں ہماری بی بی کے اور بہت سے دل فراش اشعار ملیں گے جو انہوں نے اپنے بابا کی جدائی اور زمانے کی بے وفائی میں کہے ہیں۔

حضرت علیؑ کا مرثیہ بی بی سیدہ کے غم میں:۔

بنتِ رسول کی جدائی سے مولائے کائنات کو جو صدمہ پہنچا اس کا اظہار مولا نے ان اشعار میں کیا۔

لکل اجتماع من خلیلین فرقة

وکل الذی دون المملت خلیل

وان افتقادی فاطمة بعد احمد

دلیل علی ابن لا یدوم خلیل

دو دوستوں کے اجتماع کا انجام جدائی ہے اور موت کے علاوہ ہر مصیبت قابل برداشت ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے بعد فاطمہ کا دنیا سے رخصت ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی بھی دوست ہمیشہ نہیں رہتا۔

جناب حسنینؑ کا اپنی ماں کی جدائی میں اظہارِ غم:

جب شہزادیٔ کونین کا جنازہ تیار ہو گیا اور مولائے کائنات نے اپنے بچوں سے فرمایا کہ اپنی ماں کا آخری دیدار کر لو تو بچوں نے ماں کی جدائی میں رو رو کر کہا:

وا حسرتاه لا تنطفیٰ ابداً من فقد جدنا محمد المصطفیٰ

وامنا فاطمة الزهرا.

ہائے ہمارے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہماری ماں فاطمہ الزہرا کی جدائی ایک ایسی حسرت ہے جس کے شعلے نہیں بجھیں گے۔

پھر بچوں نے ماں کو مخاطب کر کے کہا: امی جان! جب ہمارے نانا سے آپ کی ملاقات ہو تو ان سے کہنا کہ ہم دنیا میں یتیم ہو چکے ہیں۔

☆☆☆☆☆

باب سوئم

ذکرِ امام حسینؑ کا آغاز

(1) حضرت آدمؑ

(2) حضرت نوحؑ

(3) حضرت ابراہیمؑ

(4) حضرت اسمٰعیلؑ

(5) حضرت موسیٰؑ

(6) حضرت سلیمانؑ

(7) حضرت عیسیٰؑ

(8) حضرت ذکریاؑ

(9) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ذکرِ امام حسینؑ کا آغاز

ذکرِ حسینؑ اور انبیاءِ ماسبق حضرت آدم علیہ السلام:

منقول ہے جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے چاروں طرف حضرت حوا کو ڈھونڈتے پھرتے تھے یہاں تک کہ صحرائے کربلا میں پہنچے جب داخل صحرائے کربلا ہوئے اندوہ غم نے ان پر ہجوم کیا بے سبب دل سینہ میں گھبرانے لگا جب مقتل جناب سید الشہداءؑ پر پہنچے پائے مبارک میں پتھر کی ٹھوکر لگی اور پیر سے خون جاری ہوا۔ حضرت آدمؑ نے یہ حال دیکھ کر اپنا منہ آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا بارِ الہا آیا مجھ سے کوئی گناہ صادر ہوا کہ تو نے اس کے عوض مجھے عتاب کیا میں تمام روئے زمین پر پھرا یہ اندوہ والم جو مجھے یہاں پہنچا کسی زمین پر نہیں پہنچا حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو وحی کی اے آدم کوئی گناہ تم سے سرزد نہیں ہوا لیکن اس زمین پر میرا برگزیدہ بندہ اور تیرا فرزند حسینؑ شہید ہوگا میں نے چاہا تم بھی اس کے اندوہ میں شریک ہو۔ اور تمہارا خون بھی اس زمین پر گرے۔ جس طرح اس کا خون گرایا جائے گا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا اے پروردگار آیا حسینؑ تیرا پیغمبر ہے ارشاد ہوا پیغمبر نہیں ہے بلکہ ہمارے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسا اور ہمارا برگزیدہ ہے۔ حضرت آدم نے کہا اے پروردگار اس کا قاتل کون ہے؟ حق تعالیٰ نے وحی کی اے آدمؑ اس کا قاتل یزید ہے اس پر ساکنان زمین و آسمان لعنت کرتے ہیں۔ اس کے بعد آدمؑ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا میں (اس مصیبت میں) کیا کر سکتا ہوں حضرت جبرئیل نے کہا اے آدم لعنت کرو۔ یزید پر پس حضرت نے چار مرتبہ اس شقی پر لعنت کی اور وہاں سے روانہ ہوئے چند قدم اس جگہ سے کوہِ عرفات کی طرف گئے تھے وہاں حوا کو پایا۔

حضرت نوح علیہ السلام:۔

منقول ہے جب حضرت نوحؑ کشتی پر سوار ہوئے تو وہ کشتی زمین کے گرد پھرتی ہوئی زمین کربلا پر پہنچی یہاں ایک موج ایسی آئی کہ قریب تھا کہ کشتی غرق ہو جائے یہ دیکھ کر حضرت نوحؑ کو خوفِ عظیم ورنج والم طاری ہوا عرض کیا خداوندا میں روئے زمین پر پھرا کسی جگہ یہ رنج والم نہیں ہوا جو اس زمین پر پہنچا اس وقت جبرئیل نازل ہوئے کہا اے نوح یہ وہ زمین ہے جہاں ختم الانبیاء کا نواسۂ بہترین اوصیاء علی مرتضیٰؑ کا فرزند شہید ہوگا۔ حضرت نوحؑ نے پوچھا اس کا قاتل کون ہوگا جبرئیل نے کہا اس لعین کا نام یزید ہے اس پر تمام اہلِ زمین و آسمان بھی لعنت کرتے ہیں حضرت نوحؑ نے مکرر اس شقی پر لعنت کی اور کشتی نے غرق سے نجات پائی اور کوہِ جودی پر ٹھہری۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

منقول ہے ایک دن حضرت ابراہیمؑ گھوڑے پر سوار صحرائے کربلا سے گزر رہے تھے دفعتہً گھوڑا منہ کے بل گرا اور حضرت گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپؑ کا سر مبارک ایک پتھر پر لگا خون جاری ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے استغفار شروع کیا پروردگار! مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا جس کی سزا ملی۔ اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: اے ابراہیمؑ کوئی گناہ تم سے صادر نہیں ہوا۔ لیکن یہ وہ زمین ہے جس پر نور چشم محمد مصطفیٰؐ، فرزند علی مرتضیٰؑ بہ جور و ستم شہید ہوگا۔ خدا نے چاہا تم بھی اس کی مصیبت میں شریک ہو تمہارا خون بھی اس زمین پر گرے جس پر اس کا خون گرایا جائے گا۔ پوچھا اس کا قاتل کون ہے جبرئیل نے کہا اس کا نام یزید ہے سب اہل زمین و آسمان اس شقی پر لعنت کرتے ہیں اور قلم نے بغیر اذن خدا لوح پر لعن کے ساتھ اس کا نام لکھا خدا نے وحی کی اے قلم تو مستحق تعریف ہے کہ تو نے لعن یزید کو لوح پر لکھا حضرت ابراہیمؑ نے یہ سُن کر ہاتھ جانبِ آسمان بلند کئے اور یزید پر بہت لعن کی حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضرت ابراہیمؑ کے گھوڑے کو گویائی عطا کی جب حضرت ابراہیمؑ یزید پر لعن کرتے تھے گھوڑا بزبان فصیح آمین کہتا تھا۔ ابراہیمؑ نے گھوڑے سے پوچھا تو کیوں آمین کہتا ہے عرض کیا یارسولؐ اللہ میں آپ کی سواری پر فخر کرتا تھا جب میں سر

کے بل گرا آپ میری پیٹھ سے گرے مجھے عظیم خجالت ہوئی اور یہ سانحہ اس شقی کی شومی سے تھا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام:۔

منقولہ ہے گوسفندان حضرت اسمٰعیلؑ ہمیشہ نہر فرات کے کنارے چرا کرتے تھے ایک دن گلہ بان نے حضرتؑ کو خبر دی کہ کئی دن ہوئے یہ گوسفند نہر فرات سے پانی نہیں پیتے ہر چندان کو کنارے لے جاتا ہوں حضرت اسمٰعیلؑ نے ان حیوانات سے پوچھا انہوں نے بزبانِ فصیح عرض کیا: یا نبیؑ اللہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ آپ کا فرزند حسینؑ نواسہ پیغمبر آخر الزماں اس زمین پر پیاسا شہید ہو گا۔ اس مظلومؑ کی تشنگی پر ہمارا دلِ محزون اور اندوہناک ہوا اس لیے ہم نے چاہا کہ تشنگی میں اس جناب کی موافقت کریں۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے پوچھا اس کا قاتل کون شخص ہوگا۔ کہا یزید سب اہل آسمان و زمین اور تمام مخلوقاتِ خدا اس پر لعنت کرتے ہیں حضرت اسمٰعیلؑ نے یہ سن کر فرمایا خداوندا تو قاتل حسینؑ پر لعنت کر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:۔

منقول ہے ایک دن حضرت موسیٰ صحرائے کربلا میں وارد ہوئے اور ان کے وصی یوشع بن نون بھی ہمراہ تھے جب صحرا میں پہنچے بند نعلین حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ٹوٹ گیا اور پاؤں کانٹوں سے زخمی ہو گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا خداوندا یہ کیا ماجرا ہے کون سا گناہ مجھ سے صادر ہوا۔ حق تعالیٰ نے وحی کی! اے موسیٰؑ اس زمین پر میرے برگزیدہ حسینؑ کا خون گرایا جائے گا۔ میں نے چاہا کہ تمہارا خون بھی اس زمین پر گرے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا خداوندا حسینؑ کون ہے۔ حق تعالیٰ نے وحی کی وہ نواسہ ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کا اور فرزند علی مرتضیٰؑ کا۔ عرض کیا خداوندا قاتل اس کا کون ہے ارشاد ہوا اس کا قاتل وہ ملعون ہے کہ ماہیان دریا و وحشیان صحرا و مرغان ہوا اس پر لعنت کرتے ہیں۔ پس حضرت حضرت موسیٰؑ نے اپنے ہاتھ درگاہ قاضی الحاجات میں بلند کئے اور یزید پر لعنت کی۔ یوشع بن نون نے آمین کہا اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام :۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ اپنے فرش پر بیٹھے تھے اور ہوا اس فرش کو اُڑائے لئے جا رہی تھی ناگاہ بساطِ سلیمانی صحرائے کربلا کے اوپر پہنچی جب وہ فرش مقابل صحرائے کربلا ہوا تین مرتبہ ہوا نے فرش کو ایسی حرکت دی کہ حضرت سلیمان کو گرنے کا خوف ہوا۔ اس کے بعد ہوا ٹھہر گئی اور فرش زمین پر اُترا۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا پر عتاب کیا کیوں ٹھہر گئی، کیا سبب تھا جو تو نے اس قدر اضطراب کیا۔ ہوا نے عرض کی اس کا سبب یہ تھا کہ اس زمین پر حسینؑ شہید ہوگا۔ سلیمانؑ نے پوچھا حسینؑ کون ہے۔ ہوا نے کہا حسینؑ نور چشم احمد مختار فرزند حیدرؑ کرار ہے۔ سلیمان نے کہا اس کا قاتل کون ہے؟ ہوا نے کہا اس کا نام یزید ہے۔ سب اہل آسمان و زمین اس شقی پر لعنت کرتے ہیں۔ سلیمانؑ نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور قاتلانِ حسین علیہ السلام پر بہت لعنت کی۔ تمام انس و جن و جانوروں نے آمین کہی۔ اس لعنت کی برکت سے ہوا پھر چلنے لگی اور فرش کو زمین سے اُڑا لے گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام :۔

منقول ہے حضرت عیسیٰؑ اپنے انصار کے ساتھ سیاحت کرتے ہوئے صحرائے کربلا میں پہنچے جب صحرا سے روانہ ہونے کا قصد کیا ایک شیر سرِ راہ آکر کھڑا ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اے شیر تو کیوں ہماری راہ روکتا ہے اور مانع ہوتا ہے۔ شیر بحکم خداوندِ قدیر گویا ہوا اور بزبانِ فصیح کہنے لگا اے عیسیٰؑ میں تم کو اس صحرا سے جانے نہ دوں گا جب تک قاتلِ امام حسینؑ پر لعنت نہ کرو گے۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا: حسینؑ کون ہے؟ شیر نے کہا وہ نبی اُمّی کا نواسہ اور فرزند ہے علی مرتضیٰؑ کا حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا اس کا قاتل کون ہے؟ شیر نے کہا یزید پلید جس پر تمام جانوران، وحشی اور درندگانِ صحرا لعن کرتے ہیں علی الخصوص بروزِ عاشورہ۔ حضرت عیسیٰؑ نے دست دعا بلند کر کے یزید پر لعنت کی حواریوں نے آمین کیا اس وقت شیر راہ سے ہٹ گیا اور عیسیٰؑ مع انصار تشریف لے گئے۔

حضرت ذکریا علیہ السلام:۔

بسند معتبر ہے کہ سعد بن عبداللہ نے حضرت صاحب الامرؑ سے چند سوالات کیے۔ اس وقت جب کہ آپؑ بچے تھے اور امام حسن عسکریؑ کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ سے کھٰیٰعٓصٓ کی تاویل دریافت کی۔ فرمایا کہ یہ حروف غیب کی خبروں میں سے ہیں جن پر خدا نے حضرت ذکریاؑ کو مطلع فرمایا اور اس کے بعد پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے آگاہ کیا اور یہ قصہ اس طرح ہے کہ حضرت ذکریاؑ نے اپنے پروردگار سے عرض کی کہ آلِ عبا علیہم السلام کے نام ان کو سکھا دے تو جبرئیلؑ نے آکر ان کے اسمائے مقدس کی ان کو تعلیم دی۔ جب حضرت ذکریاؑ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ کے اسمائے گرامی زبان پر جاری کرتے تو آپؑ کا رنج و غم زائل ہو جاتا تھا اور جب حسینؑ کا نام زبان پر آتا تو گریہ اُن کے گلے کو پکڑ لیتا اور اس قدر آپ کو رونا آتا کہ آپ کی سانس رُک جاتی تھی تو ایک روز مناجات میں اس کا سبب خدا سے پوچھا تو خدا نے واقعہ کربلا سے ان کو بذریعہ وحی آگاہ فرمایا اور کھٰیٰعٓصٓ کی تاویل یوں بیان فرمائی کہ ك سے کربلا کی طرف اشارہ ہے، ہ سے آلِ رسولؐ کی ہلاکت اُس صحرا میں ی سے یزید علیہ اللعنۃ جو حسینؑ مظلوم پر ظلم کرنے والا ہے، ع سے عطش اور تشنگی ان حضرت کی اور ص سے آپ کا صبر ہے۔ جب حضرت ذکریا نے یہ سنا تین روز تک اُس کے بعد سے اپنے محرابِ عبادت سے باہر نہ نکلے اور لوگوں کو منع کر دیا کہ ان کے پاس نہ آئیں اور برابر گریہ و زاری، نوحہ، مرثیہ اور نالہ وفغاں کرتے رہے۔ کہتے تھے اے معبود تو بہترین جمیع خلقت حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دل کو ان کے فرزند کی مصیبت میں مجروح و زخمی کرے گا۔ کیا ان کے علاوہ اور مصیبتوں کو اس بہترین خلق کے لئے مقدر فرمائے گا، کیا اس لباسِ ماتم کو علیؑ و فاطمہؑ کو پہنائے گا، کیا اس درد و محنت کو ان کے قرب و منزلت کے میدان میں ڈالے گا اور مناجات کرتے تھے کہ پالنے والے مجھے اس پیرانہ سالی میں ایک فرزند عطا فرما جس سے میری آنکھیں روشن ہوں اور جب وہ فرزند مجھے عطا فرمائے تو مجھے اس کی محبت میں اس کا شیدا بنا دے تاکہ میرے اس فرزند کی مصیبت میں میرے دل کو وہی تکلیف واذیت ہو جس طرح تو اپنے حبیب محمدؐ کو ان کے فرزند حسینؑ کے غم میں دردمند فرمائے گا۔ خدا نے حضرت یحییٰؑ کو انہیں عطا فرمایا اور ان کی مصیبت میں ان کا دل دردمند فرمایا۔ حضرت

یحییٰؑ کا حمل کا زمانہ بھی چھ مہینے تھا اور امام حسینؑ کی مدت بھی چھ مہینے تھی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر آپؐ فرماتے ہیں

ان جبرائیل انا فی فاخبرنی ان متی تقتل ولدی هذا الا انا لهم الله شفاعتی یوم القیامة.

جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے اس بچہ کو میری امت قتل کرے گی خدا قیامت کے دن ان لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہ کرے۔ (حدیث کربلا، صفحہ 12)

امام حسینؑ کی ولادت کے ایک سال بعد رسولؐ خدا پر بارہ فرشتے مختلف شکلوں میں نازل ہوئے اور انہوں نے رسولؐ خدا سے بیان کیا کہ حسینؑ کے ساتھ وہی ہو گا جو قابیل کے ہاتھوں ہابیلؑ کے ساتھ ہوا تھا۔ آسمانوں کے سارے ملائکہ مقربین نے حاضر ہو کر عرضِ سلام کے بعد قتل حسینؑ کی تعزیت پیش کی اور اس ثواب کا تذکرہ کیا جو انہیں عطا ہو گا اور کربلا کی خاک بھی پیش کی۔ (حدیث کربلا صفحہ 12)

اس پر رسول خداؐ نے یہ دعا کی:

اللهم اخذل من خذله واقتل من قتله ولا تمتعه بما طلبه.

بارِالہا! جو حسینؑ کو چھوڑے تو اُسے چھوڑ دے اور جو اسے قتل کرے تو اسے قتل کر دے اور اس قاتل کو اس کے مطلوب تک نہ پہنچنے دے۔

اس کے بعد جب امام حسینؑ دو سال کے ہو گئے تو رسولؐ خدا کسی سفر پر تشریف لے گئے اثنائے راہ میں آپؐ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: انا لله وانا الیه راجعون. اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ لوگوں نے آپ سے رونے کا سبب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

هذا جبرائیل یخبر فی عن ارض بشطٔ الفات یقال لها کربلا بقتل علیها ولدی الحسین بن فاطمه.

اس وقت جبرائیل مجھے وہ زمین بتلا رہے ہیں جس کا نام کربلا ہے اور نہر فرات کے قریب ہے۔ اس زمین پر میرے بیٹے حسینؑ بن فاطمہؑ کو قتل کیا جائے گا۔

لوگوں نے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ حسینؑ کا قاتل کون ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا:

رجل اسمه یزید و کان انظر الی مصرعه و مدفنه.

یزید نامی ایک شخص ہوگا، میں اس کی قتل گاہ اور مقامِ دفن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

رسولؐ خدا اس سفر سے غمگین واپس پلٹے پھر آپ نے مسجد میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ امام حسنؑ کے سر پر اور بایاں ہاتھ امام حسینؑ کے سر پر رکھا اور دعا فرمائی کہ:

اللھم ان محمدا عبدک و نبیّک وھذان اطائب عترتی وخیار ذریّتی واورمتی ومن اخلفھما فی امّتی قد اخبرنی جبرائیل انّ ولدی ھذا مقتول مخذول فبارک لہ فہ قتله واجعله من سادات الشھداء اللھم ولا تبارک فی قاتله وخادله.

''بارِالٰہا! محمدؐ تیرا بندہ اور رسول ہے اور یہ دونوں میری عترت اور ذریت کے برگزیدہ ہیں اور میں انہیں اپنی امت میں جانشین بنا رہا ہوں۔ اور مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میرا یہ بیٹا بے یار و مددگار مارا جائے گا۔ بارِالٰہا اس کے قتل کو اس کے لئے مبارک قرار دے اور اسے شہیدوں کا سردار قرار دے۔ بارِالٰہا! اس کے قاتل اور اس کی نصرت نہ کرنے والے کو بے برکت قرار دے''۔

رسولؐ خدا کا بیان یہاں تک پہنچا تھا کہ مجمع سے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا:

أتبکونه ولا تنصرونه

تم لوگ اس پر گریہ تو کر رہے ہو لیکن اس کی مدد نہیں کرو گے۔ (حدیث کربلا صفحہ 13)

☆☆☆☆☆

باب چہارم

ہر خلقت کا اظہارِ غم

(1) نباتات کا اظہارِ غم

(2) حیوانات کا اظہارِ غم

(3) پرندوں کا اظہارِ غم

(4) آسمان کا اظہارِ غم

(5) پتھروں کا اظہارِ غم

(6) آفتاب کا اظہارِ غم

(7) آسمانی مخلوقات کا اظہارِ غم

(8) اَجنّاں کا اظہارِ غم

ہر خلقت کا اظہارِ غم

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ذکرِ امام حسینؑ صرف انسانوں تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ کائنات کی ہر شے، خدا کی بنائی ہوئی ہر خلقت نے اپنے انداز سے اظہارِ غم کیا ہے۔ انسانوں کی خوش قسمتی ہے کہ خدا نے انہیں قوتِ گویائی عطا کی ہے تو انسان تو زبان سے غمِ حسینؑ بیان کر لیتے ہیں، با آسانی ذکرِ حسینؑ کر لیتے ہیں، مگر حیوانات، نباتات، جمادات سب نے اپنے طریقے سے ذکرِ حسینؑ کیا ہے، اپنے انداز سے غمِ حسینؑ منایا ہے۔ اس کے علاوہ ملائکہ، اجنان، زمین و آسمان، آفتاب ہر شے کا اپنا الگ انداز ہے اظہارِ غم کا۔

نباتات کا اظہارِ غم:۔

ایک روز رسالت مآبؐ ایک گاؤں میں ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے جب آپؐ بیدار ہوئے تو پانی طلب کر کے اس ہی درخت کی جڑ میں وضو کیا اور کُلّی کی۔

دوسرے روز لوگوں نے دیکھا کہ وہ درخت بڑا ہو گیا اور بار آور ہو گیا، بڑے بڑے پھل لگے ہوئے ہیں جن کی خوشبو عنبر کے مانند تھی اور شہد کی طرح شیریں تھا۔ جو اس کو کھاتا وہ سیر ہو جاتا، بیمار شفا پاتا، پیاسا سیراب ہو جاتا، جو حیوان اس درخت کی پتیاں کھاتا اس کا دودھ بڑھ جاتا۔ اس گاؤں کے قرب و جوار کے لوگ اس کی پتیاں شفاء کے لئے لے جاتے۔ وہ درخت اس گاؤں کے لئے آب و غذا کی مانند تھا۔ اس درخت کی برکت سے ان لوگوں کے مال و اولاد میں ترقی رہتی تھی۔ ایک روز اُس کی پتیاں زرد اور چھوٹی ہو گئیں اور وہ درخت مُرجھا گیا۔ چند روز بعد ان لوگوں کو اطلاع ملی کہ رسالت مآبؐ دنیا سے گزر گئے۔ اس کے بعد اس میں پھل کم ہوتے گئے، پھلوں میں شیرینی بھی کم ہوتی گئی۔ اسی طرح تیس سال گزر گئے۔ تیس سال بعد ان لوگوں نے دیکھا کہ اس کی طراوٹ

اور کم ہو گئی ہے اور اس کے پھل بھی گر گئے۔ چند روز بعد انہیں معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ کی شہادت ہو گئی ہے۔ اس کے بعد اس درخت میں پھل نہیں لگے۔ لیکن لوگ اس کی پتیوں سے شفاء حاصل کر رہے تھے۔ اس ہی حال میں کچھ عرصہ رہا پھر ایک روز دیکھا کہ درخت خشک ہو گیا ہے اور اس کی جڑ سے تازہ لہو جوش مار رہا ہے اور اس کے پتوں سے خون ملا ہوا پانی ٹپک رہا ہے اور اس کے چند روز بعد ان کو خبر ملی کہ اُس روز امام حسینؑ شہید ہو گئے ہیں۔ (سیرت النبی، علامہ محمد باقر مجلسی)

حیوانات کا اظہارِ غم:۔

محدث نوری نے اس واقع کو آغا ملّا زین العابدین سے بیان کرتے ہیں کہ ''جب وہ اپنے بیٹوں اور بھانجوں کے ساتھ زیارتِ امام علی رضاؑ سے واپس آ رہے تھے تو ہمادان کے قریب پہاڑوں میں خیمے نسب کیے تو دیکھا کہ ایک بہت ہی ضعیف شخص ہے جو نماز میں مشغول ہے۔ ملّا زین العابدین جب اس کے پاس گئے تو اُس نے بتایا کہ میں ہر سال یہاں آتا ہوں ایک دفعہ میں یہاں سے گزر رہا تھا تو میں نے بہت سارے جانوروں کو دیکھا اور ایسے جانور جو ایک وقت میں ایک جگہ موجود بھی نہیں ہوتے۔ جیسے شیر اور بکری، ہرن اور بھیڑیا میں دور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ سب جانور جمع ہو کر آسمان کی طرف دیکھ کر کچھ عجیب سی آوازیں نکال رہے تھے جیسے گریہ وزاری کر رہے ہوں۔ کہنے لگے کہ مجھے فوراً یاد آیا کہ آج شبِ عاشور ہے جیسے ہی مجھے یاد آیا میں نے اپنا عمامہ اُتار کر پھینکا اور ان جانوروں کی طرف بڑھا جانوروں نے دائرہ بنایا ہوا تھا۔ مجھے دائرے کے بیچ میں جانے کی جگہ دی۔ میں بیچ میں گیا اور میں بھی جانوروں کے ساتھ گریہ کرتا اور جانور بھی اپنا سر زمین پر مار مار کر گریا کرتے رہے اور صبح تک یہ سلسلہ چلتا رہا''۔

اس سے ثابت ہوا کہ جانور اپنے انداز سے غم حسینؑ مناتے ہیں۔

پرندوں کا اظہارِ غم:۔

کوا:۔

کوے کے بارے میں ملتا ہے کہ: چوتھے امام فرماتے ہیں: ''جب امام حسینؑ کو شہید کیا گیا

ہے تو کوّے نے اپنے آپ کو امامؑ کے خون سے تر کر لیا اور شہزادی فاطمہ صغرا کی دیوار پر جا کر بیٹھ گیا جس کو دیکھ کر جنابِ فاطمہ صغرا نے بہت گریہ کیا"۔

کبوتر:۔

کبوتروں نے امام حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت کی ہے۔

اُلو:۔

پرندوں میں جس کو امام حسینؑ کی شہادت کا سب سے زیادہ دُکھ ہوا ہے وہ اُلو ہے جو شہادتِ امام حسینؑ کے بعد یہ کہہ کر جنگلوں کی طرف چلا گیا کہ "انسان کتنی بدترین مخلوق ہے کہ اس نے فرزندِ زہراؑ کو شہید کر دیا اب مجھے ان پر بھروسہ نہیں رہا"۔

آسمان کا اظہارِ غم:۔

ینابیع المودۃ میں ملتا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے آسمان کبھی سُرخ نہیں ہوتا تھا اور امامؑ کی شہادت کے بعد آسمان سُرخ ہونے لگا۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ "امام حسینؑ کی شہادت کے بعد تین دن تک آسمان تاریک رہا ہے"۔

آگے اور لکھتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ:

آسمان اور زمین سوائے حضرت یحییٰؑ اور امام حسینؑ کے کسی کے لئے نہیں روئے۔ آفتاب اُن پر رویا اور اس کا رونا یہ تھا کہ سرخ نکلتا تھا اور سُرخ غروب ہوتا تھا۔ آسمان سے خون کا ترشح ہوتا تھا کہ اگر سفید کپڑا ہوا میں پھیلا دیا جاتا تھا تو وہ خون سے سُرخ ہو جاتا تھا اور جو پتھر زمین سے اُٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون جوش مارتا تھا۔ (علامہ باقر مجلسی قصص الانبیاء چھبیسواں باب صفحہ ۶۹۶۔۶۹۷)

پتھر کا اظہارِ غم:۔

ابن جوزی نے ہی لکھا ہے کہ بیت المقدس سے جو بھی پتھر اُٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ لہو جاری ہوتا تھا۔

بیت الحرام خدا کے گھر کی در و دیوار نے گریہ کیا ہے۔

آسمانی مخلوقات کا اظہارِ غم:۔

زیارتِ ناحیہ میں ملتا ہے کہ آسمان میں رہنے والی تمام مخلوقات نے عزاداری و گریہ و زاری کی ہے۔ یہاں تک کہ جنت میں رہنے والے حور و غلمان نے اپنے منہ پر طمانچے مارے ہیں اور فرشتوں کے لئے چھٹے امام ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''چار ہزار فرشتے امام حسینؑ کی مدد کے لئے آئے تھے۔ امام نے ان کی مدد لینے سے انکار کر دیا تو وہ واپس نہیں گئے وہیں پر رہے اور آج تک گریہ و عزاداری کر رہے ہیں''۔

اَجنّاں کا اظہارِ غم:۔

جس طرح سے کائنات کی ہر شے نے اپنے اپنے طریقے سے غم امام حسینؑ منایا ہے اسی طرح قومِ اجنّاں نے بھی غمِ امام حسینؑ منایا ہے بلکہ کتابوں میں ملتا ہے کہ زعفر جن نے اپنی پوری زندگی ماتمِ حسینؑ کے لئے وقف کر دی۔ علماء سے معلوم ہوا کہ نجف کے کتب خانے میں ایک قلمی نسخہ ہے کسی نے اپنا سفر نامہ لکھا تھا اُس میں یہ واقعہ تحریر ہے۔ لکھنے والا لکھتا ہے کہ:

''ہم بہت سارے لوگ کشتی میں سفر کر رہے تھے کہ اچانک طوفان نے ہم کو گھیر لیا، کشتی سنبھل نہ پائی اور ہم سب لوگ ڈوب گئے کچھ ہوش نہ رہا۔ جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو ایک لکڑی کے تختے پر پایا اور اس تختے نے مجھے ایک صحرا تک پہنچا دیا۔

اب میں حیران و پریشان کہ میں کہاں آ گیا۔ وہ سب لوگ کہاں ہیں جو میرے ساتھ تھے۔ میں اٹھا میں نے چلنا شروع کیا مجھے ایک دردناک رونے کی آواز آئی اور اس آواز کے جواب میں ہزاروں رونے کی آوازیں آئیں۔ میں بہت زیادہ گھبرا گیا۔ میں نے دیکھا ایک ضعیف شخص جس کے بال بڑھے ہوئے ہیں، گریباں چاک زمین پر کچھ لکھتا ہے اسے دیکھ کر روتا ہے اور جب وہ روتا ہے تو اس کے رونے کے جواب میں ہزاروں رونے کی آوازیں آتی ہیں۔ میں ہمت کر کے اس شخص کی پشت پر گیا کہ دیکھوں وہ کیا لکھ کر رو رہا ہے۔ جب میں اس کی پشت

پر گیا تو میں نے دیکھا کہ اس نے مٹی پر لکھا ہے ''حسینؑ'' اور پھر رویا۔ پھر اس کے ساتھ ہزاروں رونے کی آوازیں آئیں۔ جب میں نے اپنے آقا حسینؑ کا نام لکھا دیکھا تو مجھ میں حوصلہ آیا اور میں اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟ کیونکہ یہاں پر کوئی انسان آ نہیں سکتا ہے یہ علاقہ ہمارا ہے۔ اس شخص نے اپنی پوری داستان سُنا دی کہ میں تو طوفان کی وجہ سے یہاں پہنچ گیا ہوں۔ جب دیکھا کہ تم میرے مولا حسینؑ کا نام لکھ کر رو رہے ہو تو تم سے محبت سی ہو گئی۔ تم سے پوچھ لیا کہ تم ہمارے مولا کا نام لے کر کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگا بھائی میں تو اس وقت سے رو رہا ہوں جب سے واقعہ کربلا ہوا ہے۔ جب سے میرے مولا شہید ہوئے ہیں تم پوچھ رہے ہو کہ میں کون ہوں بھائی میں زعفر جن ہوں۔ یہ سن کر میں تڑپ سا گیا میں نے کہا کہ ''میں نے سنا ہے کہ تم نے علیؑ سے علم حاصل کیا ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ تم نے واقعہ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے''۔

بس میں وہیں زمین پر بیٹھ گیا اور کہا کہ مجھے واقعہ کربلا اپنی زبانی سُنایئے۔ زعفر نے کہا کہ ''میں واقعہ کربلا نہیں سُنا سکتا ہوں''۔

میں نے کہا تمہیں رسول کے شہید دندانِ مبارک کی قسم ہے تمہیں علیؑ کے شگافتہ سر کی قسم ہے مجھے بڑا اشتیاق ہے کہ اپنے مولا کے واقعات تمہاری زبانی سُنوں۔ زعفر نے کہا کہ اب تم نے قسم دے دی ہے تو سنو کربلا کے بعد سے میں نے اپنی سلطنت چھوڑ دی ہے، اپنا دربار چھوڑا، تخت و تاج چھوڑا اور یہ صحرا مانگ لیا۔ اپنے آقا سے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا اپنے مولا حسینؑ کا ماتم کرتا رہوں گا اور یہ جو رونے کی آوازیں تم سن رہے ہو نا یہ قومِ اجنان ہیں جب میں اپنے آقا پر گریہ کرتا ہوں تو جواب میں یہ پوری قومِ اجنان گریہ کرتی ہے۔ وہ دن (روزِ عاشور) میری تاج پوشی کا سالانہ جشن تھا دربار سجا ہوا تھا۔ میں تخت پر بیٹھا تھا، خوشی کا سماں تھا کہ ایسے میں دو جن آئے اور کہنے لگے اے بادشاہ آپ کو پتا بھی ہے کہ جن کے صدقے میں آپ کو یہ بادشاہت ملی ہے، یہ تخت و تاج ملا ہے وہ آج کربلا میں کس حال میں ہیں؟ میں نے کہا صاف صاف بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟ کہنے لگے ''فاطمہؑ کا گھر کربلا میں اُجڑ گیا، نبیؐ کا گھر کربلا میں برباد

ہو گیا''۔ میں نے پوچھا: تمہیں کیسے معلوم؟ کہنے لگے''ہم پرواز کر کے آپ کی طرف آرہے تھے کہ ہمارا گزر زمین عراق سے ہوا ہم نے دیکھا حسینؑ لاشوں پہ لاشے اُٹھا کر لا رہے ہیں''۔ یہ سن کر میں نے تاج اُتار کر پھینکا، محفل برخاست کی، اپنا لشکر تیار کیا اور زمینِ کربلا کی طرف چلا۔ فرات کو پار کیا دیکھا فرات کے کنارے ایک شیر کا لاشہ ہے جس کے بازو جدا ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کس کا لاشہ ہے؟ معلوم ہوا یہ حسینؑ کے شیر حسینؑ کے لشکر کے علمدار کا لاشہ ہے۔ اب جب ہم کربلا پہنچے تو حیران رہ گئے کہ وہاں قدم رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ ہر قوم کے سردار اپنے اپنے لشکر کو لے کر پہنچے ہوئے تھے، ایک طرف آسمانی مخلوقات کا لشکر تھا، ایک جانب تمام فرشتے اپنے اپنے ساتھ لاکھوں کا لشکر لے کر موجود تھے۔ جبرائیل کے ساتھ لاکھوں فرشتے، میکائیل کے ساتھ لاکھوں فرشتے، اسرافیل کے ساتھ لاکھوں فرشتے، ازرائیل کے ساتھ لاکھوں فرشتے۔ شاید ہی کوئی مَلک ایسا ہو جو کربلا میں اس وقت موجود نہ ہو، پھر ہم کانپ گئے یہ دیکھ کر کہ ایک طرف حضرت آدم کھڑے ہیں، ایک طرف ابراہیم کھڑے ہیں، ایک طرف نوح کھڑے ہیں، ایک طرف موسیٰ کھڑے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام انبیاء اس وقت وہاں موجود تھے۔ میں نے اپنے جنوں سے پوچھا کہ میرے مولا حسینؑ کہاں ہیں؟ جنوں نے کہا کہ یہاں سے مولا کا نظر آنا ناممکن ہے۔ میں نے وہیں سے آواز دی میرے مولا اگر آپ میری آواز سن رہے ہیں تو مجھے اپنے پاس بلائیے۔ تمام انبیاء موجود ہیں، ادب کا مقام ہے میں آپ کے پاس آ نہیں پا رہا ہوں۔ جواب آیا زعفر جن ہم نے تمہاری آواز کو پہچان لیا ہے تم ہماری آواز کی سمت میں چلے آؤ۔ میں مولاؑ کی آواز کی سمت میں چلا۔ مولا کے قریب قریب پہنچا تو دیکھا کہ ذوالجناح پر مولا ایسے تھے کہ ایک پیر رکاب میں تھا اور دوسرا پیر گھوڑے کی پشت پر جسم کا کوئی حصہ اب نہ تھا جہاں زخم نہ ہو۔ میرے مولاؑ کے ہر زخم سے لہو بہہ رہا تھا۔ جب میں مولا کے بالکل قریب پہنچا تو دیکھا کہ مولاؑ کے ایک طرف جناب حمزہ کھڑے تھے دوسری جانب جعفر طیار کھڑے تھے، گھوڑے کی گردن کے قریب علی مرتضیٰؑ اور دوسری طرف حسن مجتبیٰؑ کھڑے تھے، رسولِ خدا مولا حسینؑ سے لپٹے ہوئے اور جبرائیل لگام تھامے کھڑے تھے گھوڑے کی۔ زعفر کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے

زخموں سے جو خون گھوڑے پر گر کے زمین کی طرف جا رہا تھا رسولؐ خدا اس خون کو ایک شیشے میں جمع کر رہے تھے۔ امام حسنؑ زخموں کو صاف کر رہے تھے اور جناب جبرائیل بار بار خدا کا پیغام دے رہے تھے کہ ”خدا کہہ رہا ہے کہ اب بھی اگر حسینؑ کہہ دے تو دنیا کو پلٹ دوں، زمین میں زلزلہ آجائے۔

حسینؑ نے کہا جبرائیل محضر نامہ تو تم لائے تھے، گواہ بھی تم ہی ہو۔ میں نے دیکھا مولاؑ اپنا ایک ہاتھ دوسرے بازو پر رکھ کر دبا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا مولاؑ یہ کیسا زخم ہے۔ فرمایا یہ میرے بے شیر کی نشانی ہے۔ میں نے دیکھا مولاؑ کے ہونٹ سوکھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا مولاؑ کب سے پانی نہیں پیا ہے میں آپ کے لئے پانی لا دوں۔ مولاؑ نے میرا ہاتھ تھاما ایک کھجور کے درخت کے پاس لائے ایک جوان کا لاشہ دکھایا کہا زعفر یہ میرا علی اکبرؑ ہے پانی مانگا تھا مجھ سے میں اس کو پانی نہ پلا سکا۔ اب خود پانی پی کے کیا کروں گا۔ ایک مٹی کے ڈھیر کے پاس لائے فرمایا یہ علی اصغرؑ کی قبر ہے پانی مانگنے گیا تھا تیر کھا کر آیا ہے پھر مولاؑ واپس اسی جگہ پر آ گئے میں نے حملہ کرنے کی اجازت مانگی۔ مولاؑ نے منع فرما دیا۔ پھر مولاؑ فرمانے لگے زعفر سب فرشتوں سے کہو کہ واپس چلے جائیں اور اب تم بھی فوراً واپس چلے جاؤ۔ میں نے پوچھا مولاؑ کیوں سب کو واپس بھیج رہے ہیں۔ مولاؑ نے فرمایا کہ اب میری ماں کی سواری آنے والی ہے، اب میری ماں فاطمہؑ آنے والی ہیں۔ میں نے کہا مولاؑ کوئی حکم۔ فرمایا:

”جب بھی ٹھنڈا پانی پینا ہماری پیاس کو یاد کرنا،

ہمارا غم مناتے رہنا“

میں واپس آ گیا میری ماں نے کہا تو فاطمہؑ کے لعل کو تنہا چھوڑ کر آ گیا، میری ماں نے مجھے قسم دی واپس جا۔

اب جو میں واپس کربلا میں آیا تو منظر ہی عجیب تھا۔ آسمان سُرخ ہو چکا تھا، دریا کا پانی سُرخ ہو چکا تھا، سارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے، سیاہ آندھیاں چل رہی تھیں، ہر طرف اندھیرا

چھایا ہوا تھا اور میرے مولاؑ کا سر نوکِ نیزہ پر بلند تھا۔ میرا مولاؑ شہید ہو چکا تھا۔

جناں میں بسنے والی ساری حوروں نے کیا ماتم
فلک پر بسنے والی ساری روحوں نے کیا ماتم

فلک پر اے شہِ دیں رہنے والے آپ پر روئے
جناں اور سب جناں کے بسنے والے آپ پر روئے

پہاڑوں کی قطاریں، مچھلیاں دریا کی سب روئیں
حرم رویا، عمارت، رہگزر مکہ کی سب روئیں

ہو اماتم جناں میں، کعبہ و حل و حرم روئے
مقام و مشعر و حل و حرم مل کر بہم روئے

☆☆☆☆☆

”اکثرھم ذکراً اللہ واعملھم بطاعتہ۔“

(سورہ طٰہ ۱۴۰)

ترجمہ: ”جو اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں اور سب سے زیادہ اس کی اطاعت کرتے ہیں“۔

باب پنجم

☆ ذاکر کے لغوی معنی

☆ ذاکر کی تعریف

☆ گذشتہ دور کے ذاکرین

☆ موجودہ دور کے ذاکرین

ذاکر

☆ ذاکر:

جیسا کہ ہم گفتگو کر چکے ہیں کہ کائنات کی ہر شے نے ذکر امام حسینؑ اپنے اپنے انداز سے بیان کیا ہے تو ظاہر ہے کہ اشرف المخلوقات کیسے نہ اس عظیم ذکر کا حصہ بنیں۔

ہم نے آغاز میں ذکر پر گفتگو کی کہ ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا تو ذاکر وہ ہے جو ذکر کرے۔ نسیم اللغات میں ذاکر کے معنی لکھے ہیں ''جو منبر سے فضائل و مصائبِ محمدؐ و آلِ محمدؐ بیان کرے'' وہ ذاکر ہے۔

ہم آغاز میں تبصرہ کر چکے ہیں کہ ذکرِ امام حسینؑ کا آغاز تو حضرت آدمؑ کے زمانے سے ہی ہو گیا تھا، بذریعہ وحی خدا نے مصائبِ امام حسینؑ حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم النبیین تک تمام انبیاء کو تعلیم فرمائے ہیں اور بعد میں پیغمبرِ اسلام نے امام حسینؑ پر گزرنے والے مصائب کا تذکرہ کیا ہے، کبھی امامؑ کی ولادت کے موقع پر کبھی مسجد میں خطبہ دیتے وقت اور ایک مشہور روایت جناب اُم سلمیٰ سے ملتی ہے:

رسولِ خداؐ کی زبانی مصائبِ امام حسینؑ:۔

ایک مرتبہ رسولؐ خدا جناب ام سلمیٰ کے گھر تشریف لائے فرمایا کہ آج میں طبیعت میں ناسازی محسوس کر رہا ہوں، خیال کرنا کہ کوئی بھی نہ آئے میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ رسول اکرمؐ حجرے میں داخل ہو گئے جناب ام سلمیٰ حجرے کے باہر بیٹھی ہیں کہ اتنے میں ایک چھوٹا سا بچہ آیا اور حجرے میں جانے لگا۔ جناب ام سلمیٰ نے بچے کو روکا اور کہا کہ بیٹا آج نبیؐ کسی سے نہیں ملنا چاہتے ہیں۔ بچے نے پوچھا نانی جان کیا ہم سے بھی نہیں ملیں گے۔ جناب ام سلمیٰؓ خاموش ہو گئیں

کچھ نہ کہا اتنے میں وہ بچہ جانے کے لئے مڑا تو حجرے سے نبیؐ کی آواز آئی۔ ام سلمیٰؓ تم نے میرے حسینؑ کو لوٹا دیا۔ جناب ام سلمیٰؓ فرماتی ہیں: یارسول اللہ آپؐ ہی نے تو فرمایا تھا کہ آپ کسی سے نہیں ملنا چاہتے ہیں۔ جواب آیا ام سلمیٰؓ میرے حسینؑ کا شمار کسی میں نہیں ہوتا ہے۔ جناب ام سلمیٰؓ نے فوراً امام حسینؑ کو روکا حجرے میں لے کر گئیں پھر خود حجرے سے باہر آ کر کھڑی ہو گئیں تھوڑی دیر میں نبیؐ کے حجرے سے با آواز بلند گریہ کرنے کی آواز سنائی دی۔ جناب ام سلمیٰؓ حجرے میں گئیں تو دیکھا امام حسینؑ نبیؐ کے سینے پر سو رہے ہیں اور نبیؐ گریہ کر رہے ہیں۔ جناب ام سلمیٰؓ نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل مجھے میرے اس فرزند کی شہادت کی خبر دے گئے ہیں اور اپنی مٹھی میں موجود مٹی جناب ام سلمیٰؓ کو دی اور فرمایا کہ اس مٹی کو اپنے پاس سنبھال کر رکھو جب یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ مارا گیا۔ رسولؐ خدا نے امام حسینؑ کی شہادت کا پورا واقعہ وقت جناب سلمیٰؓ سے بیان فرمایا۔

ذکرِ امام حسینؑ مولا علیؑ کی زبانی:۔

روایت ہے کہ صفین جاتے ہوئے جب مولا علیؑ کربلا سے گزرے تو وہاں توقف فرمایا اور کسی سے اس گاؤں کا نام پوچھا۔ بتلایا گیا کہ اس کا نام کربلا ہے تو آپ نے اتنا گریہ کیا کہ آنسوؤں سے زمین نم ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک دن رسولؐ خدا سے سنا تھا ''میرا بیٹا حسینؑ فرات کے کنارے ایک مقام پر قتل ہو گا جس کا نام کربلا ہے''۔

بحار الانوار میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن میں رسولِ خدا اور مولا علیؑ نے جا بجا امام حسینؑ پر گزرنے والے مصائب کا تذکرہ کیا ہے۔

واقعہ کربلا کے بعد امام زین العابدینؑ، جناب زینبؑ، جناب ام کلثومؑ اور جناب فاطمہ کبریٰؑ نے مختلف مقامات پر مصائبِ امام حسینؑ بیان کئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک باقاعدہ مجلس کی صورت اس ذکر نے تب اختیار کی جب شام کے زندان سے رہائی ملی اور بی بی زینبؑ نے شام میں ایک مجلس منعقد کی جس میں ذاکری کے فرائض خود بی بی زینبؑ نے انجام دیئے۔

اس کے بعد جب اہل حرم کا قافلہ مدینے پہنچا ہے تو مدینے سے باہر اس قافلے کو روکا اور امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ جا کے مدینے والوں کو اطلاع دو کہ ہم مدینے کے باہر موجود ہیں، مدینے کے تمام مرد و زن ایک جلوس کی صورت میں اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلے اس لٹے ہوئے قافلے کی طرف بڑھے۔ امام زین العابدینؑ ایک اونچے مقام پر بیٹھے آپؑ نے سیادہ لباس پہنا ہوا تھا اور آپ نے ذکر کا آغاز خدا کی حمد و ثنا سے کیا پھر آپ نے فضائل اہل بیتؑ بیان کئے اور پھر مصائبِ کربلا کا ذکر کیا۔ (مولانا علی مرتضٰی زیدی)

اس طرح سے ذکر و مجالس کا آغاز ہوا۔ ہر گھر میں صفِ عزا بچھی اور باقاعدہ مجالس پڑھی گئیں۔ ایک مرتبہ چھٹے امام جعفر صادقؑ نے امام حسینؑ کی فرشِ عزا بچھائی اور ابو ہارون سے فرمایا ''اے ابو ہارون کوئی شعر مرثیہ حسینؑ میں پڑھ'' جب ابو ہارون نے شعر پڑھا تو آپؑ نے فرمایا اس طرح نہ پڑھ بلکہ ایسے پڑھ جیسے قبر امام حسینؑ پر مجالس میں پڑھتا ہے۔

ابو ہارون نے شعر پڑھا:

اُمُرُ عَلٰے جَدَثِ الحسینُ

فقل لا عظمه الذکیه

یعنی ''گزر کر قبرِ امام حسینؑ پر اور عرض کر ان کے جسدِ پاک و پاکیزہ سے

پس یہ شعر سن کر امامؑ بہت روئے پھر امامؑ نے فرمایا اے ابو ہارون کچھ اور پڑھو۔ ابو ہارون نے پڑھا:

یا مریم قومی واندبی مولاک

وَعلی الحسینُ فاسعدی بِبکاک

یعنی اے مریم! مادرِ عیسیٰؑ اپنے قبر سے اٹھیئے اور اپنے سید و مولاؑ پر نوحہ اور ندبہ بھیجئے اور ماتم مظلوم میں گریہ وزاری کیجئے۔

راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر مولاؑ بہت روئے اور گریہ کیا اور پس پردہ عصمت و طہارت سے صدائے گریہ وزاری بلند کی۔ (بحار الانوار)

اسی طرح ذاکری ومجالس کا سلسلہ چلتا رہا جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا، عزاداری کا سلسلہ مختلف انداز سے جاری رہا۔ کہیں مرثیے کی مجالس ہوئیں، کہیں تقریری مجالس ہوئیں، کسی نے شاعری میں ذکرِ امام حسینؑ کیا، کسی نے تقریری انداز میں کیا۔ شاعری کا سلسلہ فرزدق، کمیت، اسدی، ابوہارون سے چلا جو آج بھی جاری ہے اور تقریری مجالس کا سلسلہ بھی اپنی جگہ جاری ہے۔

ہمارے معصومینؑ کے دور کے بعد سے ہمارے علماء نے منبر سنبھالا اور بہت باوقار طریقے سے ذاکری کے سلسلے کو آگے بڑھایا۔

گذشتہ دور کے ذاکرین وعلماء:۔

پچھلے زمانے میں بہت جلیل القدر علماء وذاکرین گزرے ہیں جن کے لئے پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا ہے:

''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء سے زیادہ علم رکھتے ہوں گے۔

شیخ محمد یعقوب کلینی:۔

محمد بن یعقوب کلینی اپنے عہد میں شیعان رے کے شیخ ورئیس تھے اور حدیث وروایت میں اعلیٰ درجے کے ثقہ تھے۔ آپ اصولِ کافی کے مؤلف ہیں اور آپ نے اس کتاب کو مرتب کرنے میں بیس سال کی مشقت کی ہے۔ آپ کی وفات 328 ہجری میں بغداد میں ہوئی ہے اور آپ کا مزار ومقبرہ باب الکوفہ میں واقع ہے۔

شیخ صدوق:۔

شیخ صدوق کے والد علی بن بابویہ اپنے دور کے عظیم فقیہہ اور ثقہ تھے۔ ایک بار آپ امامِ زمانہؑ کے نامزد جانشین حسین بن روح کے پاس آئے۔ ایک عریضہ لکھ کر ان کے حوالے کیا کہ میرا یہ عریضہ امام تک پہنچادیں۔ امام میرے لئے اولادِ نرینہ کی دعا فرمائیں۔ عریضے کا جواب آیا:

ہم نے تیرے لئے خدا سے دعا کردی ہے اور عنقریب تجھے دو نیک فرزند نصیب ہوں گے۔

خدا نے جلد دعا کو قبول فرمایا اور علی بن بابویہ کو دو بیٹے عطا کئے۔ ایک ابوعبداللہ اور

دوسرے ابو جعفر شیخ صدوق کا لقب صدوق ہے اور کنیت ابو جعفر ہے اور آپ افتخار میں کہا کرتے تھے کہ:

''میں امام زمانہ کی دعاؤں کا ثمر ہوں''

شیخ مفید:۔

شیخ مفید اپنے عہد کے جلیل القدر عالم گزرے ہیں۔ آپ فقہ، کلام اور روایت میں اپنے دور کے موثق ترین فرد تھے۔ علم الکلام کے بے نظیر ماہر تھے، آپ کی چھوٹی بڑی سب ملا کر دو سو کے قریب کتابیں ہیں۔

سید مرتضیٰ اور سید رضی:۔

یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جو ہرگز تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ سید مرتضیٰ اور سید رضی شیخ مفید کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ایک مرتبہ شیخ مفید نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد میں تشریف فرما ہیں کہ مسجد میں ایک بی بی داخل ہوتی ہیں ان کے ہمراہ دو بچے ہیں اور وہ بی بی شیخ مفید کے قریب آ کر کہتی ہیں کہ اے شیخ ان بچوں کو تعلیم دو۔ شیخ مفید کہتے ہیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بی بی شہزادیٔ کونین ہوں اور وہ بچے جناب حسنین ہوں۔ دوسرے دن شیخ مفید مسجد میں اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے اور دیکھا کہ ایک خاتون مسجد میں داخل ہوئی ہیں اور ان کے ہمراہ دو بچے ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ اے شیخ میرے بچوں کو تعلیم دیں۔ وہ بچے اور کوئی نہیں بلکہ سید مرتضیٰ اور سید رضی تھے۔

سید رضی ان علماء میں سے ہیں جن کی مرتب کردہ کتاب نہج البلاغہ خود ان کا تعارف ہے اس کے علاوہ ان کی اور بھی تالیفات پائی جاتی ہیں۔

سید مرتضیٰ کی تقاریر پر مبنی کتاب الغرر والدرر ایک انتہائی قیمتی سرمایہ ہے۔

شیخ طوسی:۔

ابو جعفر محمد طوسی شیعہ فقیہہ تھے اور بغداد میں مصروفِ تدریس رہا کرتے تھے۔ انہوں نے بیس جلدوں پر مشتمل تفسیر لکھی ان کی اور بھی تالیفات پائی جاتی ہیں۔

طبرسی:۔

آپ بزرگ ترین علماء میں سے تھے اور آپ کی تفسیر مجمع البیان اپنی جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے، اور آپ کے علم کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

علامہ حلی:۔

آفتاب کسی کے اشارہ انگشت کا محتاج نہیں ہوتا اور آفتاب ہمیشہ خود ہی اپنی دلیل ہوتا ہے۔ اسی طرح سے علم وادب کا یہ آفتاب ہمارے تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ آپ کے علم کو ثابت کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ نے 9 سال کی عمر میں منطق پر تنقیدی کتاب لکھی۔ آپ شیعوں کے مرجع بھی تھے۔ آپ نے مذہب اہلبیتؑ کے فروغ کے لئے بہت کام کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے مخالف علماء سے کئی مناظرے بھی کئے ہیں اور ہر جگہ شیعت کا سکہ بٹھایا ہے۔

علامہ محمد باقر مجلسی:۔

آپ کے علم وفضل کے متعلق کیا بیان کیا جائے آپ کی کتاب بحار الانوار آپ کے علم کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ آپ کے علم کے لئے بیان کیا جاتا ہے کہ یومِ ولادت سے وقتِ وفات تک آپ کی تالیف وتصنیف میں ایک ہزار صفحات روزانہ کا اوسط ہوتا ہے۔ اگر ایام طفولیت وحصولِ تعلیم وتربیت، درس وتدریس اور عبادت وغیرہ کا زمانہ نکال دیا جائے تو دو ہزار صفحات روزانہ کا اوسط ہوتا ہے جو کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ (قصص الانبیاء) آپ چہاردہ معصومین کی دعا کا ثمر ہیں، آپ کی ولادت پر چہاردہ معصومینؑ نے آپ کے حق میں دعا فرمائی ہے۔

ان ہستیوں کے علاوہ ہمارے پاس علماء وذاکرین کا ایک خزانہ ہے۔ جنہوں نے شیعت کی بے انتہا خدمت کی ہے۔

- ☆ سید عبدالکریم ابن طاؤس
- ☆ خواجہ ناصر دیں طوسی
- ☆ محقق کرائی
- ☆ بوعلی سینا
- ☆ سید رضی ابن طاؤس
- ☆ سید شریف رضی

- ☆ محقق حلی
- ☆ شہید اوّل ابوعبداللہ محمد بن مکی شامی
- ☆ شہید ثانی
- ☆ شہید ثالث نوراللہ شوستری
- ☆ شیخ محمد بن حسان بہائی
- ☆ محمد فیض کاشانی
- ☆ ملا احمد نراقی
- ☆ علامہ بحرالعلوم
- ☆ شیخ مرتضیٰ انصاری
- ☆ محدث نوری
- ☆ شیخ عباس قمی
- ☆ سید علی قاضی طباطبائی
- ☆ آیت اللہ سید حسین بروجردی
- ☆ آیت اللہ مرتضیٰ مطہری
- ☆ آیت اللہ محمد فضل لنکرانی
- ☆ آیت اللہ جواد تبریزی
- ☆ آیت اللہ محمد علی اراکی
- ☆ مقدس اردبیلی
- ☆ شیخ حر عاملی
- ☆ ملا محمد عراقی
- ☆ محمد حسین کاشف الغطا
- ☆ شیخ عبدالکریم حائری
- ☆ شیخ حسن علی اصفہانی
- ☆ سید محسن الحکیم طباطبائی
- ☆ آیت اللہ محمد رضا گلپایگانی
- ☆ آیت اللہ بہاؤالدینی
- ☆ روح اللہ خمینیؒ
- ☆ آیت اللہ بہشتی
- ☆ آیت اللہ مرعشی نجفی
- ☆ آیت اللہ تقی بہجت
- ☆ محسن قرائتی
- ☆ الواحد البیہانی

یہ وہ علماء مراجع ہیں جنہوں نے ذاکری کے فرائض کو بھی انجام دیا اور فکرِ اہل بیتؑ کو دنیا میں عام کیا۔ یہ وہ ذاکرین وعلماء ہیں جنہوں نے عربی وفارسی زبان میں کام کیا ہے، لیکن ہماری اردو زبان میں بھی بہت سے مشہور و معروف علماء وذاکرین گزریں ہیں، جن کی ذاکری اپنی مثال آپ ہے۔ مثال کے طور پر:

- ☆ مولانا محمد مصطفیٰ جوہر
- ☆ سید محمد دہلوی
- ☆ ابنِ حسن نونہلوی
- ☆ مولانا ظفر حسن

☆ مولانا سید علی نقی نقوی ☆ مولانا ذیشان حیدر جوادی

☆ علامہ رشید ترابی ☆ علامہ نصیر الحسن اجتہادی

موجودہ دور کے ذاکرین:۔

پچھلے زمانے کے اور موجودہ زمانے کے کچھ ذاکرین ایسے گزرے ہیں جنہوں نے ذاکری پر اپنی ایک چھاپ چھوڑی ہے۔تمام ذاکرین کا اپنا ایک الگ اور منفرد انداز ہے ذاکری کا جوانہیں دوسرے ذاکرین سے نمایاں اور ممتاز کرتا ہے۔

مولانا محمد مصطفیٰ جوہر:۔

مولانا محمد مصطفیٰ جوہر قبلہ ہمیشہ علمی اور اصلاحی مجالس پڑھا کرتے تھے جس سے سامعین کو کچھ حاصل ہو، سامعین مجلس سے کچھ لے کر جائیں۔مجمع میں سے اگر کوئی سوال کر لیتا تھا تو وہ اپنی مجلس کا موضوع چھوڑ کر اس شخص کے سوال کا جواب دیا کرتے تھے،سوال کرنے والے کو آخری حد تک مطمئن کر دیا کرتے تھے۔ان کی مجالس ہرگز داد و تحسین ،نعرہ کے لئے نہیں ہوتی تھی،اگر کوئی مجلس میں داد دے تو آپ اکثر اس سے پوچھ بھی لیا کرتے تھے کہ ”کیا سمجھ میں آیا ہے آپ کے“۔ پاکستان ٹیلی ویژن پر پہلی مجلس شام غریباں سے خطاب مولانا محمد مصطفیٰ جوہر نے فرمایا تھا۔

علامہ رشید ترابی:۔

علامہ رشید ترابی کا اپنا ایک الگ انداز تھا۔آپ اپنی مجالس میں شاعری کا استعمال زیادہ کیا کرتے تھے۔آپ کو انیسؔ کے مراثی پر کافی گرفت حاصل تھی جس کا آپ کی مجالس میں کثرت سے استعمال نظر آتا ہے۔اگر آپ ”یقین“ پر گفتگو کر رہے ہیں تو اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

”امید بنتی کیسے ہے، اگر یقین نہ ہو تو کوئی امید نہ باندھے جس کی ذات میں یقین ہوتا ہے اسی سے امیدیں بھی وابستہ ہوتی ہیں، جس کی ذات پر یقین نہیں ہوتا اس سے امیدیں وابستہ نہیں ہوتیں، اس لئے کہ لازم ہے امید کا طلب اور طلب کسی ایسے سے نہ ہو کہ جو خالی ہاتھ لوٹا دے اس مقام پر ثاقب لکھنوی مرحوم نے کہا تھا:

دے صدائے دل مگر نقشِ قدم کو دیکھ کر
ایسے بھی در ہیں کبھی جن پر کوئی سائل نہ تھا

اگر علامہ رشید ترابی سجدے پر گفتگو کر رہے ہیں تو اس انداز سے کہ:

''سجدہ شرافت انسان، سجدہ کمالِ حیاتِ انسان، اب دل تڑپے تو سجدہ کرو، نعمت ملے تو سجدہ کرو، ذرا سی بات اچھی لگے تو سجدہ کرو۔ یہ سجدے کی حالت انسان کو کامران و کامیاب بنائے گی، نہ گھبراؤ سجدے سے، نہ بھاگو سجدے سے، نہ منہ پھیرو سجدے سے۔

حریم تیرا خودی غیر کی معاذ اللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کاروبارِ لات و منات

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی طرح سجدے کی تقریر میں ایک اور مقام پر پڑھتے ہیں:

تیغ پڑے محرابِ حرم میں پہروں دوگانہ پڑھتے رہیں
سجدہ ایک اس تیغ تلے کا ان سے ہو تو سلام کریں

اور مصائب میں اس طرح سے مرثیے کے اشعار بیان کرتے ہیں:

جنگل سے آئی فاطمہ زہراؑ کی یہ صدا
امت نے مجھ کو لوٹ لیا وا محمداً

اس وقت کون حق رفاقت کرے ادا
ہئے ہئے یہ ظلم اور دو عالم کا مقتدا

انیس سو ہیں زخم تنِ چاک چاک پر
زینبؑ نکل حسینؑ تڑپتا ہے خاک پر

اے ارضِ کربلا میرا بچہ ہے بے گناہ
اے نہرِ علقمہ میرا بچہ ہے بے گناہ

اے دشتِ نینوا میرا بچہ ہے بے گناہ
اے دہرِ بے وفا میرا بچہ ہے بے گناہ
گھیرا ہے ظالموں نے میرے نورِ عین کو
اے ذوالفقار! تجھ سے میں لوں گی حسینؑ کو

علامہ نصیر الحسن اجتہادی:۔

ان کا اپنا ایک منفرد انداز تھا وہ نثری شاعری کیا کرتے تھے۔ ان کی مجالس میں شاعری نہیں ہوتی تھی مگر ہم قافیہ الفاظ اس طرح سے استعمال کرتے تھے کہ بہت اچھا لگتا تھا سننے والوں کو۔

مثال کے طور پر:

☆ ''بار الہا! ہم فقیر ہیں تو امیر ہے، ہم سراپا نیاز ہیں تو بے نیاز ہے، ہم کشکولِ گدا تو دستِ عطا، فیضِ توفیق سے ہمارے جام چھلکتے رہیں، رحمت کے دروازے کھلتے رہیں، نسیمِ کرم کے قافلے چلتے رہیں، دل کے غنچے کھلتے رہیں''۔

☆ ''ایسا سودا چشمِ فلک نے کم دیکھا، اور ایسی قیمت بھی کم نظر آئی اور ویسے بھی یہ ہے کہ یہ شے جو بک رہی ہے یہ پہلے نہ بکی ہے نہ تلی ہے، نہ کسی نے پرکھا، کسی کو معلوم نہیں کہ کیا ہے؟ علیؑ نہ کبھی بکے، نہ کبھی تلے، وہ کیسے چاندی میں تلے جو فضہ کا مالک ہو وہ زر کیسے تلے جو ابوذر کا مولاؑ ہو، وہ گوہر میں کیسے تلے جو گوہرِ گنجِ امامت ہو۔

علامہ عرفان حیدر عابدی:۔

اپنے وقت کے مشہور و معروف ذاکر و خطیب جن کی مجالس نوجوانوں میں زیادہ پسند کی جاتی تھی۔ اس کی خاص وجہ یہ بھی ہے کہ آپ جوشیلی مجالس پڑھنے کے عادی تھے۔ آپ کی تقاریر میں تبرّے کے اشارے بھی موجود ہوتے تھے۔

مثال کے طور پر:

''سارے انبیائے کرام نے نبیؐ کا اقرار کیا۔ کس کی مجال ہے کہ وہ یہ طے کرے کہ وہ

کب نبی تھا، کس کی مجال ہے وہ یہ طے کرے کہ وہ منصبِ نبوت پر کب آیا۔ بھائی لفظ ''کب'' نہیں تھا، یہ تھا جب لفظ ''جب'' نہیں تھا یہ تھا جب لفظ ''تب'' نہیں تھا یہ تھا جب ''تھا'' نہیں تھا یہ تھا جب کیلنڈر نہیں تھا یہ تھا جب گردشِ ماہ و سال نہیں تھی یہ تھا۔

مثال کے طور پر:

پھر بات صرف عقیدے کی نہیں ہے بات دلائل سے بھی ہے، قرآن سے بھی ثابت، جو وجہ تخلیق کائنات ہے اگر اسی کا اقرار نہیں تو کسی کو کائنات میں آنے کا حق کیا ہے؟

علامہ محسن نقوی :۔

محسن نقوی ان ذاکرین میں سے تھے جنہوں نے تقریر کرنے کا اپنا انتہائی منفرد انداز رکھا تھا۔ وہ ہمیشہ کھڑے ہو کر تقریر کیا کرتے تھے۔ وہ ایک عظیم الشان شاعر بھی تھے۔ جس کی جھلک ان کی تقاریر میں کثرت سے نمایاں ہے۔ آپ تقریر کرتے وقت جذبات سے لبریز ایک بھرپور جذباتی مجلس پڑھا کرتے تھے۔

محسن نقوی صاحب خطبہ پڑھنے کے عادی نہ تھے۔ آپ درود بھجواتے تھے اور باحیثیت بہترین شاعر آپ شعر سے اپنی مجلس کا آغاز کیا کرتے تھے اور اُسی شعر کو موضوع بنا کر پوری تقریر کیا کرتے تھے۔

مثال کے طور پر:

ہے وہ علیؑ جو قلعہ خیبر کو توڑ دے
جو دین حق کے ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑ دے
جو کفر کی رگوں سے بغاوت نچوڑ دے
اور جس کا پسر یزید کی گردن مروڑ دے

اس پر بھی تخت غیر کی بیعت کا خواب ہے
ثابت ہوا ابھی تیری نیت خراب ہے

اور پھر خیبر کو اپنا موضوع بنا کر پوری تقریر کر دیا کرتے تھے۔ اور آج بھی شوکت رضا شوکت ان ہی کی طرز پر مجالس پڑھا کرتے ہیں۔

علامہ طالب جوہری:۔

علامہ طالب جوہری شیعت کے اُس سرمائے کا نام ہے جنہوں نے اپنے علم سے دنیا میں شیعت کا سر بلند کیا۔ آپ منبر کی زینت ہیں، یہ کہنا یقیناً بے جا نہ ہوگا کہ خطابت کا دوسرا نام طالب جوہری ہے۔ آپ کلام پاک سے گفتگو کرنے کے عادی ہیں۔ آپ کی گفتگو قرآنی استدلال پر مبنی ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر:

"ونزلنا علیک الکتٰب تبیاناً لِلکُلِ شیٍ وَّھدیً وَّرحمةً وَّبُشریٰ لِلمُسلِمِیۡن".

اس آیت کو ہر نامہ کلام مقرر کر کے نبیؐ اور قرآن کے تعلق کو بیان کیا ہے۔

"وَنزلنا علیک الکتٰب.

ہم نے اس کتاب کو تیرے اُوپر نازل کیا۔

"لو انزلنا ھذا القرآن علیٰ جَبَلٍ لَّرَأیتهٗ خاشِعاً مُتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ.

اگر قرآن پہاڑ پر آجائے تو پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دے۔

(ثابت یہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ قرآن نبیؐ کے قلب پر نازل ہوا اور نبیؐ کا قلب پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہے)

"تبیاناً لِکُلِ شیٔ".

اس کتاب میں ہر شے کا بیان ہے۔

"عَلَّمَکَ مَالَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمۡ.

حبیب ہر شے کا علم تجھے دیا ہے۔

"وَهُدیً".

قرآن ہدایت ہے۔

"وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْم".

تو ہدایت کرنے والا ہے صراطِ مستقیم کی طرف۔

وَرَحْمَةً.

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِیْنَ.

حبیب ہم نے تجھے عالمین کے لئے حصولِ رحمت بنایا۔

وَبُشْریٰ لِلْمُسْلِمِیْنَ.

مسلمانوں کے لئے بشارت ہے۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِیْراً.

حبیب ہم نے تجھے نبی بنایا، رسول بنایا، تجھے خوشخبری سنانے والا بنایا۔

یعنی قرآن میں ہر شے کا علم ہے، نبیؐ کے پاس بھی ہر شے کا علم ہے۔

قرآن بھی ہدایت ہے، نبیؐ بھی ہدایت ہے۔

قرآن بھی رحمت ہے، نبیؐ بھی رحمت ہے۔

قرآن بھی خوشخبری سنانے والا ہے، نبی بھی خوشخبری سنانے والے ہیں۔

قرآن اور محمدؐ کی طینت میں اتنا اتحاد ہے کہ اگر محمدؐ کتابوں میں ہوتے تو نام قرآن ہوتا اور اگر قرآن انسانوں میں ہوتی تو نام محمدؐ ہوتا ہے۔

علامہ صاحب کے فرزند مولانا ریاض جوہری، مولانا اسد جوہری، مولانا امجد جوہری نے بھی ان ہی کی طرز کو اپنایا اور اس ہی سلسلے کو لے کر چلے تو یہ ہیں وہ مشہور و معارف ذاکرین جنہوں نے ذاکری پر اپنی ایک چھاپ چھوڑی ہے۔ ذاکری پر اپنے انداز کی ایک مہر لگا دی ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہماری ملت اس معاملے میں بہت رئیس ہے کہ ہمارے پاس علماء و ذاکرین کی کمی نہیں ہے۔ ہمارے پاس ذاکرین کا ایک خزانہ موجود ہے اور اس خزانے سے ہر

خاص و عام استفادہ کر سکتا ہے۔ جن میں سے چند کے نام تحریر کیے جا رہے ہیں۔

☆ پروفیسر تقی ہادی ☆ علامہ رضی جعفر نقوی

☆ علامہ ضمیر اختر نقوی ☆ ڈاکٹر کلب صادق

☆ علامہ عقیل الغروی ☆ مولانا ذکی باقری

☆ مولانا حسن ظفر نقوی ☆ مولانا علی مرتضیٰ زیدی

☆ مولانا کمیل مہدوی ☆ مولانا شہنشاہ حسین نقوی

☆ ڈاکٹر ماجد رضا عابدی ☆ علامہ کمال حیدر رضوی

☆ شاعر اہل بیتؑ شوکت رضا شوکت ☆ علامہ آغا نسیم عباس

☆ علامہ غضنفر تونسوی ☆ علامہ سید گلفام حسین

یہ وہ ذاکرین ہیں کہ جن کے شب و روز ذکرِ اہلبیتؑ میں بسر ہوتے ہیں اور ملتِ جعفریہ کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ خدا ان تمام ذاکرین کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور یہ اسی طرح صاحبِ منبر رہیں۔

خواتین ذاکرات:

جس طرح مرد حضرات نے اپنی ذاکری سے ملتِ جعفریہ کی خدمت کی ہے خواتین بھی اس مشن میں پوری طرح شریک ہیں۔ خواتین نے بھی شیعت کو فروغ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ خواتین بھی امورِ خانہ داری، بچوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ اس فریضے کو بھی بخوبی انجام دے رہی ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس بہت سی خواتین کے نام ہیں جو نہ صرف ذاکری کرتی ہیں بلکہ ذاکری کی تعلیم بھی دیتی ہیں، مدارس بھی چلا رہی ہیں، دوسرے مدارس میں درس و تدریس کے کام بھی انجام دے رہی ہیں۔ وہ ذاکرات جو ملتِ جعفریہ کی خدمت میں مصروف ہیں چند کے نام تحریر کیے جا رہے ہیں:

☆ محترمہ خانم طیبہ بخاری ☆ محترمہ طاہرہ فاضلی

☆ محترمہ سیدہ فردوس فاطمہ
☆ محترمہ شمع انجم
☆ محترمہ شمع حسن
☆ محترمہ حسنہ جوہری
☆ محترمہ طاہرہ جعفر
☆ محترمہ سیما صاحبہ
☆ محترمہ مہربانو (مرحومہ)
☆ محترمہ فاطمہ عباس سبزواری
☆ محترمہ زہرہ یاصوبی
☆ محترمہ مریم حسن
☆ محترمہ سیدہ صفت فاطمہ
☆ محترمہ ناہید اطہر
☆ محترمہ شبانہ رضوی

محترمہ خانم طیبہ بخاری:۔

خانم طیبہ بخاری دورِ حاضر کا ایک بہت بڑا نام ہے جو کہ حوزہ کی پڑھی ہوئی ہیں۔قرآن مجید پر زیادہ گفتگو کرتی ہیں۔آپ کا عربی کا انداز خاصہ مختلف ہے،آپ عربی ٹھہر ٹھہر کر اس طرح سے پڑھتی ہیں کہ ہر لفظ کے معنی و مفہوم سے واقف ہیں اور ایسا ہے بھی۔آپ کا انداز ایسا نہیں ہوتا ہے کہ یاد کیا ہوا ہے اور بس الفاظ کی ادائیگی کر دی۔آپ اس وقت ملتِ جعفریہ کا قیمتی اثاثہ ہیں۔

محترمہ سیدہ فردوس فاطمہ:۔

سیدہ فردوس فاطمہ اس وقت شیعت کے لئے بہت خدمات انجام دے رہی ہیں۔شیعت کے فروغ کے لئے مدارس کا قیام ایک رضویہ میں فضہ ذاکرہ کلاس کے نام سے ہے اور دوسرا کشمیر روڈ پر زینبیہ کے نام سے ہے۔آپ کا اندازِ بیاں بہت دھیما اور سلجھا ہوا ہے،آپ سمجھانے والے انداز میں مجالس پڑھتی ہیں اور کوشش یہی ہوتی ہے کہ سامعین تک کوئی پیغام پہنچا سکیں۔

محترمہ فاطمہ عباس سبزواری:۔

آپ بھی عالمہ ہیں۔پاکستان سے ایران جانے والا طالبات کا پہلا گروپ تھا جس میں آپ شامل تھیں اور حوزہ سے عالمہ کی سند حاصل کی اور ذاکری میں بھی نمایاں نام حاصل کیا۔

محترمہ طاہرہ فاضلی:۔

طاہرہ فاضلی بھی ایک نامور عالمہ ہیں جو جامع الزہرہ نام کا مدرسہ چلا رہی ہیں اور ان کی زیرِ تربیت بہت سی عالمہ مستقبل کے لئے تیار ہو رہی ہیں۔

محترمہ حسنہ جوہری:۔

حسنہ جوہری دورِ حاضر کا ایک نمایاں اور ممتاز نام ہیں جنہوں نے اپنے والد علامہ طالب جوہری کے اندازِ بیاں کی پیروی کی اور ان کے بیان اور انداز کو خواتین میں عام کیا۔

محترمہ سیدہ صفت فاطمہ:۔

آپ نے تعلیم قبلہ مولانا محمد مصطفیٰ جوہر صاحب سے حاصل کی ہے اور آپ کا اندازِ بیان کافی جوشیلا قسم کا ہے۔ آپ کی خاص بات یہ ہے کہ آپ کبھی مجلس تیار کر کے نہیں پڑھتی ہیں۔ بس منبر پر بیٹھ جاتی ہیں اور جو وہاں سے عطا ہوتا ہے بیان کر دیتی ہیں۔

ملتِ جعفریہ کو فخر ہے ان تمام ذاکرات پر جو فقط ذاکرہ نہیں بلکہ عالمہ بھی ہیں اور شیعت کا نام روشن کر رہی ہیں۔ میں اپنی کم علمی کے باعث سب کا تذکرہ نہیں کر پائی ہوں جس کے لئے نہایت شرمندہ اور معذرت خواہ ہوں۔

☆☆☆☆☆

”علیک بتلاوۃ القران وذکر اللہ کثیرا فانّہ ذکرٌ لک فی السّماء، ونورٌ لک فی الارض.“

(میزان الحکمت جلد۳)

ترجمہ: ”قرآن کی تلاوت اور بکثرت خدا کی یاد تم پر لازم ہے کیونکہ اس سے آسمان پر تمہاری یاد ہوگی اور تمہارے لئے زمین پر نور رہوگا۔“

باب ششم

☆ ذاکرین کی ذمہ داری

☆ ذاکری کے آداب

ذاکرین کی ذمہ داری

یہ بات تو واضح ہے کہ ذاکری کرنا جتنے فخر کی بات ہے اس سے بہت زیادہ ذمہ داری والی بات بھی ہے۔ اس میں تو کوئی دورائے ہے ہی نہیں کہ وہ کام (ذکرِ معصومینؑ) جو خدا نے کیا، جو ملائکہ نے کیا وہ کرنے کا موقع ہم کو بھی مل رہا ہے مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اس ذمہ داری کو کتنی خوش اسلوبی سے نبھاتے ہیں۔ کیا ہم ذاکری کے مقاصد کو پورا کر پاتے ہیں؟ ذکرِ خدا اور ذکرِ معصومینؑ کا حق ادا کر پاتے ہیں؟ ذاکرِ اہلبیتؑ بننے کے لئے جو سب سے پہلا تقاضہ ہے وہ علم ہے۔

☆ علم :۔

چونکہ ہم بابِ العلم کے ماننے والے ہیں، صاحب سلونی پر ایمان رکھنے والے ہیں تو علم حاصل کرنا تو ہر صورت میں ہی ہم پر فرض ہے جیسا کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

''طلبِ علم ہر مسلمان (مرد و عورت) پر واجب ہے''۔

علم کا حصول یوں تو سب کے لئے لازمی قرار پایا مگر اہلِ منبر ہونے کی وجہ سے ذمہ داری میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ بے شک ہم صاحب سلونی نہیں بن سکتے مگر ہم غلامِ صاحبِ سلونی تو بن سکتے ہیں نا۔ ہم سلمانِ محمدی بننے کی کوشش تو کر سکتے ہیں نا۔

انسان جب علم کے ساتھ کوئی بات بیان کرتا ہے تو اس میں قوت ہوتی ہے بغیر علم بات میں کوئی وزن ہی نہیں ہوتا ہے اور صاحب منبر کے لئے بہت ضروری ہے کہ گفتگو میں اتنی مضبوطی ہو کہ سامعین کا ذہن نہ بھٹک سکے ان کی توجہ کا مرکز نہ بدل سکے۔

پہلا قدم:۔

بزرگوں سے سنا ہے کہ پہلے کوئی ذاکری کا آغاز کرتا تھا تو پہلے انیسؔ و دبیرؔ کے مرثیے کثرت سے پڑھتا تھا جس سے کافی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

☆ زبان میں روانی آتی ہے۔

☆ خود الفاظ کو جملوں کو خوبصورت بنانے کا فن آجاتا ہے۔

☆ الفاظ پر عبور حاصل ہوتا ہے۔

☆ اکثر لوگ مجالس میں مختلف مقامات پر اشعار سننا پسند کرتے ہیں اور اگر وہ اشعار اساتذہ کے ہوں تو کیا بات ہے۔

دوسرا قدم:۔

جس موضوع کا انتخاب کیا ہے اُس موضوع پر اچھا خاصہ مطالعہ مکمل مطالعہ تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ کسی بھی موضوع پر مکمل عبور حاصل کرنے میں پوری پوری زندگیاں صرف ہوجاتی ہیں۔ جیسے مولانا امینی جن کی مشہور کتاب ''الغدیر'' ہے کہتے ہیں ''میں روزِ قیامت منکرِ وِلاعلیؑ کا دامن پکڑوں گا کیونکہ ان کی وجہ سے میری پوری زندگی مولا علیؑ کی ولایت کو ثابت کرنے میں لگ گئی۔ اگر یہ لوگ پہلے سے مولا علیؑ کی ولایت کو مان لیتے تو میں مولاؑ کی زندگی کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالتا جن سے ابھی تک لوگ ناواقف ہیں''۔

تو کسی بھی موضوع پر مکمل عبور کرنا تو مشکل ہے مگر اتنا علم ضرور حاصل کرلیں کہ عوام کو مطمئن کرسکیں۔

مثال کے طور پر اگر ہم اپنا موضوع ''ولایتِ مولا علیؑ'' لیتے ہیں تو سب سے پہلے تو ہم نے اس کی مشہور و معارف آیت سے آغاز کیا۔

☆ سرنامہ کلام میں ہم نے سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۳ کی تلاوت کی۔

الیوم اکملت لکم دینکم ....

.... دین اسلام.

☆ حمد وثنا:۔

ہمیشہ تقریر کا آغاز خدا کی حمد وثنا سے ہوگا کیونکہ ہمارے معصومینؑ نے ہمیں یہی طریقہ تعلیم کیا ہے۔ رسولؐ خدا نے اپنے خطبات کا آغاز خدا کی حمد وثنا سے کیا۔ مولا علیؑ نے خدا کی حمد وثنا سے گفتگو کا آغاز کیا، شہزادی کونین نے خطبہ ٔ فدک کا آغاز خدا کی حمد وثنا سے کیا، امام حسنؑ وحسینؑ نے جناب زینبؑ وام کلثومؑ نے، جناب سید سجادؑ نے سب نے ہم کو یہی تعلیم دی ہے کہ دیکھو سب کے ذکر سے پہلے خدا کا ذکر کرنا ہے اور بعد حمد وثنا تمام درود محمدؐ وآلِ محمدؐ پر جو وجہ تخلیق کائنات ہیں۔

آیت کی تشریح وشانِ نزول:۔

بعد حمد وثنا پروردگارِ عالم اس آیت کا ترجمہ بیان کیا جائے جو سرنامۂ کلام میں پڑھی گئی ہے۔ کوشش یہ کرنی ہے ہم کو کہ اپنی مجلس میں عربی کا استعمال زیادہ رکھیں اور اگر صحیح عربی، صحیح تلفظ و مخارج کے ساتھ ادا کرنا مشکل ہو تو کم از کم سرنامۂ کلام تو عربی میں ہی بیان ہو جس کا بعد میں ترجمہ وتشریح بیان کی جائے۔ تکمیلِ دین اور غدیر کا میدان بیان کر دیا۔

حدیث کا حوالہ:۔

جس موضوع پر ہم گفتگو کر رہے ہیں اس کے حوالے سے چند احادیث ہمارے پاس ہونی چاہیئے۔ عربی میں ہوں تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ اپنی ہی زبان میں بیان کر دیں۔

لِکُلِّ نبیٍ وَصِیٌّ وَاِنَّ عَلِیًّا وَصی وَوَارِثی۔

ہر نبی کا ایک جانشین اور وارث ہوتا ہے اور میرا وارث اور جانشین علیؑ ہے۔

☆ واقعہ کا بیان:۔

اب اس ہی حدیث کو آگے بڑھاتے ہوئے کہ کس شان سے نبیؐ نے اپنے وصی وجانشین کا تعارف کرایا ہے یوں تو نبیؐ پہلے بھی کئی مقامات پر اپنے جانشین کی پہچان کروا چکے تھے۔ دعوتِ ذوالعشیرہ میں فرمایا تھا:

''آج جس نے میرا ساتھ دیا وہی میرا وصی ہوگا''۔

اب خود ایمانداری سے فیصلہ کریں کہ کس نے نبیؐ کا ساتھ دیا تھا۔ مگر پھر بھی دین کی تکمیل کرنی تھی، حکم کو بجالانا تھا۔ اب نبیؐ کا اہتمام دیکھیں کہ اونٹوں کے پالان کا منبر تیار کروایا، اپنے وصی کو ہاتھوں پر بلند کیا (اب یہاں بہت سی لفاظی کرنے کی گنجائش ہے مثلاً نور کے ایک حصے نے نور کے دوسرے ٹکڑے کو بلند کیا) اور فرمایا:

''من کنت مولا فھذا علیؑ مولا''۔

''جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا علیؑ مولا ہے''۔

اب یہ پڑھتے وقت آواز میں، انداز میں اتنا جوش بھرا ہو کہ جملہ مکمل ہونے سے پہلے حاضرین صلوات بھیجیں یا نعرہ لگادیں۔

اشعار کا استعمال:۔

یہاں پر ایک خوبصورت سے شعر کی گنجائش ہے جو تقریر کو چار چاند لگادے۔ مثلاً:

نوعِ بشر کا دیکھو سمندر غدیر میں
وہ سج گیا کجاوں کا منبر غدیر میں
منبر پہ آ گئے ہیں پیمبر غدیر میں
ہاتھوں پہ سر بلند ہیں حیدر غدیر میں
اعلیٰ علیؑ کو اور بھی اعلیٰ بنا دیا
مولا تھے خود تو ان کو بھی مولا بنا دیا

اب اشعار پڑھنے میں بھی انداز کا بہت دخل ہے پہلے اور پانچویں شعر کو دو مرتبہ پڑھنا ہے آخری لفظ ''غدیر میں'' پر زور دینا ہے، اعلیٰ علیؑ کو ''اور'' کو کھینچ کر پڑھنا ہے۔ ''مولا تھے خود، ''خود'' پر آ کر ٹھہرنا ہے پھر مکمل کرنا ہے۔

☆ **ایک اور واقعہ:۔**

یہاں پر حارث بن نعمان کا واقع بیان کر سکتے ہیں کہ حارث آ کر نبیؐ سے کہتا ہے کہ

"آپ نے جو علیؑ کو ہمارا مولا بنا دیا ہے تو اپنی مرضی سے بنایا ہے یا خدا کی مرضی سے بنایا ہے"۔ نبیؐ فرماتے ہیں کہ: "بے شک میں نے کبھی وحی خدا کے بغیر کلام نہیں کیا ہے اور علیؑ کو جو تمہارا مولاؑ بنایا ہے تو وہ بھی خدا کی ہی مرضی سے بنایا ہے"۔ حارث یہ کہتا ہے کہ "اگر یہ خدا کی مرضی سے ہے تو ابھی خدا کی جانب سے مجھ پر عذاب آئے"۔ بس اسی وقت آسمان سے پتھر آتا ہے جو حارث کو چیرتا ہوا باہر نکل جاتا ہے اور حارث وہیں ہلاک ہو جاتا ہے۔

اب یہاں ہم یہ جملہ کہہ سکتے ہیں کہ جو سزا خدا نے کعبے کے دشمن (ابراہہ) کے لئے مقرر کی تھی وہی سزا مولودِ کعبہ کے دشمن کے لئے بھی مقرر کی ہے۔

یہاں پر یہ شعر بھی پڑھا جا سکتا ہے کہ:

ابلیس کی طرح اُسے فی النار کر دیا
مولا علیؑ کا جس نے بھی انکار کر دیا

☆ نصیحت کا کڑوا گھونٹ:۔

یہاں پر ہم نصیحت کی کڑوی گولی فضائل کے لڈو میں ملا کر سامعین کو پیش کر سکتے ہیں کہ "شکر ہے خدا کا کہ جس نے ہمیں قسیم النار و جنۃ کا غلام بنایا ہے، ہمیں ابلیس کی طرح صاحبِ نار نہیں بنایا ہے۔ ہم جتنا شکر ادا کریں اپنے رب کا کم ہے کہ اس نے ہمیں مولا علیؑ کا شیعہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ ہم تو اپنے آپ کو مولا علیؑ کا شیعہ کہتے ہیں۔ کیا مولا علیؑ بھی ہم کو اپنے شیعہ مانتے ہیں؟ ہمارے مولا فرماتے ہیں:

"میرے شیعوں کو دو خصلتوں سے پہچانو ایک اوقات نماز کی پابندی اور دوسرے اپنے مال سے مومن بھائی کی مدد کرنا"۔

خدا کا شکر ہے کہ ہم تو اس کے ماننے والے ہیں کہ جس کی نماز قضا ہو رہی ہو تو سورج کو پلٹا دے، نماز ایسی پڑھے کے پیروں سے تیر نکال لیا جائے مگر پتا بھی نہ چلے۔ جس کا امامؑ ایسا ہو کیا اس کی نماز کبھی قضا ہو سکتی ہے۔ ہم تو اس کے ماننے والے ہیں جس نے سجدے میں سر کٹا لیا وہ اور

ہوتے ہیں جن کو سجدے کرنا گراں گزرتا ہے ہم تو سید الساجدینؑ کے ماننے والے ہیں۔

کسی نے چھٹے امامؑ سے سوال کیا کہ مولا ایک شیعہ کو کیسا ہونا چاہیئے؟ آپ نے فرمایا: ہمارا شیعہ وہ ہوگا جو خاموش مبلغ ہوگا۔ پوچھنے والے نے کہا مولاؑ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خاموش بھی ہو، مبلغ بھی ہو، خاموشی سے تبلیغ کیسے ہوسکتی ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ''اپنے عمل سے ہمارے شیعہ کا عمل ایسا ہونا چاہیئے کہ دیکھنے والے یہ کہیں کہ جب امتی ایسا ہے تو اس کا امام کیسا ہوگا''۔

بس عزیزانِ گرامی ہمیں اپنے عمل سے میثم تمار بننا ہے، قنبر بننا ہے، ابوذر بننا ہے، مقداد بننا ہے، حُر بننا ہے، جون بننا ہے، حبیب ابن مظاہر بننا ہے، ہمیں بھی تو اپنے امامؑ کے لشکر کا سپاہی بننا ہے، ہمیں بھی تو اپنے امامؑ کے ہاتھوں پہ اپنی جان قربان کرنا ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ کربلا والے جنہوں نے اپنے امام کی نصرت میں اپنی جانوں کو قربان کیا۔ بارِالٰہا ہم کو بھی ہمارے وقت کے امام کی زیارت کرادے، مالک کہ ہم بھی اپنی جان اپنے امامؑ کے حکم پر قربان کرسکیں، جیسے حُر نے کہ تھی، وہب نے کی تھی، جیسے زہیر نے کی تھی۔

اوراب یہاں سے ہم کو جن کے بھی مصائب بیان کرنے ہیں ہم کرسکتے ہیں۔

الفاظ کا انتخاب:۔

صاحبانِ منبر کی ایک بہت بڑی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ صحیح اور مناسب الفاظ کا انتخاب کیا جائے اور ہر لفظ کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کیا جائے جیسا کہ آج کل بہت زیادہ سننے میں آتا ہے کہ ''ق'' کی جگہ ''ک'' کا مخرج ادا ہورہا ہوتا ہے۔ حلق سے ''ق'' ادا کرنے کا رواج جیسے ختم ہی ہوگیا ہے۔ عام عوام کو بھی اس حرف (ق) پرظلم کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ مگر کم از کم اہلِ منبر کو تو (ق) کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیئے۔

غلط تلفظ	صحیح تلفظ
کرآن	قرآن

کبضہ کدرت	قبضہ قدرت
کمرِ بنی ہاشم	قمرِ بنی ہاشم
کلب	قلب

اب ذرا تصور کریں کہ اس ''کمر'' سے اور ''کلب'' سے جملہ کیا سے کیا بن سکتا ہے۔ آج کل اردو کی جس طرح سے ٹانگ توڑی جارہی ہے کم از کم ذاکرین کو اس میں شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ مثلاً

غلط الفاظ	صحیح الفاظ
کرا	کیا
بولا	کہا/فرمایا/ارشاد
میرے کو	مجھے/مجھ کو

بعض الفاظ کو اس طرح سے ادا کیا جاتا ہے کہ جس کو تحریر نہیں کیا جا سکتا۔

مستند روایات:۔

ہمیں کوشش یہ کرنی ہے کہ ہم جو بھی روایات بیان کریں منبر سے اس کا حوالہ ضرور دیں کہ ہم نے کہاں اور کس کتاب میں پڑھا ہے۔ اُس کتاب کا نام، اس کے مصنف کون ہیں، یا اگر کسی سے سنا ہے تو اس کا نام بیان کردیں یا آسان حل یہ ہے کہ ''اہلِ علم سے سنا ہے'' کہہ دیں۔

بشرطیکہ وہ اہلِ علم بھی ہو کیونکہ ہر ذاکر عالم نہیں ہوتا اور ہر عالم ذاکر نہیں ہوتا۔ تو روایات بیان کرتے وقت بہت محتاط رہنا ہے کہ وہ مستند ہو کسی بھی چلتے پھرتے سے نہ سنی ہو۔ مثال کے طور پر کسی نے بتایا کہ ایک ذاکرہ نے مجلس میں یہ پڑھا ہے:

''یزید کے دربار میں جب امام حسینؑ کا سرِ مبارک طشت میں رکھا ہوا تھا تو یزید کی بیٹی نے امام کے سر کو دیکھا تو اتنا حسین چہرہ دیکھ کر کہنے لگی کہ بابا یہ سر تو میں لوں گی میں اس سے کھیلوں گی۔ وہ مولاؑ کے سر کو اٹھا کر اپنے کمرے میں گئی اور بی بی سکینہؑ اس کے پیچھے بھاگ رہی تھیں کہ

میرے بابا کا سر مجھے دے دو، میرے بابا کا سر مجھے دے دو"۔

خدا کے لئے ایسی روایات پڑھنے سے گریز کریں اور جو پڑھ رہا ہو اس کی بھی حوصلہ شکنی کریں تا کہ اہلِ بیتؑ کی عصمت پر حرف نہ آئے۔ قبلہ مولانا محمد مصطفیٰ جوہر صاحب مرحوم فرماتے تھے "کوئی بھی ایسی روایات نہ پڑھی جائیں جس سے اہل بیتؑ کی شان پر حرف آئے، خواہ وہ سچی ہی کیوں نہ ہوں"۔

ہمیں ایسی روایات اور ایسے الفاظ استعمال کرنے ہیں جو اہل بیتؑ کے شایانِ شان ہوں۔ ہمیں ہرگز اس طرح کی گفتگو اپنی عام زندگی میں بھی نہیں کرنی ہے۔ منبر سے کرنا تو بہت دور کی بات ہے، پڑھا یہ جاتا ہے۔

"خدا دنیا بنا کر خود پریشان ہے کہ دنیا کو میں نے بنایا ہے یا علیؑ نے بنایا ہے"۔

"علیؑ نے تو کبھی نہیں کہا کہ میں خدا ہوں، لیکن خدا نے کئی جگہ کہا ہے کہ میں علی ہوں"۔

اب جب اس طرح کی غیر علمی گفتگو منبر سے بیان کی جائے گی تو دوسرے مسلک کے لوگ ہمارے عقیدے کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کریں گے۔

قبلہ جوہر صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ "منبر سے علمی گفتگو کرو کیونکہ میں آنکھ نہ رکھتے ہوئے بھی مستقبل کا منبر دیکھ رہا ہوں"۔

اور یہی ہو رہا ہے آج کے منبر پر جہاں علم نہیں ہوتا پھر وہاں اس قسم کی باتیں منبر سے بیان کی جانے لگتی ہیں اس کا نتیجہ سوچے سمجھے بغیر۔ تب ہی آج کل یہ جملہ بہت کثرت سے سننے میں آنے لگا ہے کہ "کیسی مجالس پڑھنی لگی ہیں ذاکرات ذرا بھی دل نہیں لگتا سننے میں" یا پھر یہ جملہ ہوتا ہے "آج ذاکرہ نے ایسی مجلس پڑھی کہ ایک آنسو نہیں نکلا آنکھ سے" یا "ذاکرہ کیسے مصائب پڑھ رہی تھیں مجھے تو ذرا بھی رونا نہیں آیا" جب میں یہ جملے کثرت سے سنتی ہوں تو دل چاہتا ہے کہ کہنے والے سے یہ سوال پوچھوں کہ "اگر کوئی آکر آپ سے کہے کہ آپ کی اولاد کو کچھ ہو گیا ہے تو کیا آپ رونے کے لئے بتانے والے کے انداز کو دیکھیں گی کہ بتانے والے کا اندازِ بیاں پُر درد ہوگا تو میں روؤں گی۔ اپنی اولاد کے درد کے لئے کسی کا اندازِ بیاں معنی نہیں رکھتا۔ لیکن بی بی زہراؑ کے لعل

پر رونے کے لئے ذاکرہ کا اندازِ بیاں دلکش ہونا چاہیئے۔ اگر ہم سے کوئی کہے کہ تمہارے والد ابھی گھر سے نکلے تھے روڈ پر پہنچتے ہی کسی نے انہیں اپنی گولی کا نشانہ بنالیا۔ اس وقت ہم رونے کے لئے بتانے والے کے اندازِ بیاں کے محتاج نہیں ہوں گے بلکہ یہ سنتے ہیں ہماری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جائے گا۔ کیا ہماری یتیمی بی بی سکینہؑ کی یتیمی سے زیادہ دردناک ہوسکتی ہے؟

کتنا تضاد ہے نا لوگوں کے ذہنوں میں کہ اپنے درد پہ رونے کے لئے تو کسی کے اندازِ بیاں کی محتاجی نہیں ہے۔ لیکن سید الشہداء کے غم میں رونے کے لئے ذاکر کا بہترین اندازِ بیان درکار ہے۔ اکثر علماء کے گھروں پر نشستیں ہوا کرتی ہیں، جہاں لوگ بیٹھ کر تاریخ پر، فقہہ پر بحث کرتے ہیں، علمی استفادہ حاصل کرتے ہیں، آج بھی اسی طرح کے سلسلے دیکھنے میں آتے ہیں تو ایک عالم کے گھر پر نشست لگی ہوئی تھی اور اس موضوع پر بحث ہو رہی تھی کہ مجالس میں کیا مصائب بیان کیے جائیں جو مختلف بھی ہوں اور جن پر رونا بھی آئے۔ سب لوگ اپنا اپنا اظہارِ رائے کر رہے تھے کہ ایک عالم نے ایک صفحہ پر کچھ لکھا اور اپنے برابر والے کو دیا اس نے پڑھا تو اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوگئے۔ اس نے اپنے برابر والے کو وہ صفحہ دیا اس کی بھی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے وہ صفحہ پوری محفل میں سفر کرتا رہا جس کے ہاتھ میں جاتا وہ پڑھ کر رونا شروع کر دیتا۔ تعجب کی بات ہے نا اس صفحے پر ایسا کیا مصائب لکھے تھے جس کو پڑھ کر سب پر گریہ طاری ہوگیا۔ اس صفحہ پر کوئی لمبی چوڑی تحریر نہیں لکھی تھی فقط ایک نام لکھا تھا وہ نام جو شیعوں کے دل کو ہلا دیتا ہے اُس صفحہ پر اور کچھ نہیں بلکہ بنتِ رسول کے مظلوم فرزند کا نام ''حسینؑ'' لکھا تھا۔ صرف اس نام نے سب کو رونے پر مجبور کر دیا جب کہ کوئی اندازِ بیاں نہیں تھا اس مقام پر قبلہ جوہر صاحب کا مشہور شعر مجھے یاد آرہا ہے:

اِدھر نامِ حسینؑ آیا اُدھر آنسو ہوئے جاری
میری آنکھوں میں گویا عابدِ بیمار بیٹھے ہیں

جس کو رونا ہے اس کے رونے کے لئے فقط نامِ حسینؑ کافی ہے اور جس کو نہیں رونا ہے اس کے سامنے آپ بہتر کیا بہتر ہزار کی شہادت بیان کر دیں ان کے دلوں پر اثر نہیں ہوگا۔ بہرحال

یہ گفتگو سامعین سے کرنے کی ہے ذاکرین سے نہیں اس لئے اس کو یہیں پر روکتے ہیں اور اپنے موضوع کی طرف واپس چلتے ہیں۔ ہم گفتگو کر رہے تھے مستند اور صحیح روایات پر ہم جو بھی بیان کریں وہ مستند ہو اور حوالے کے ساتھ ہو۔

فقہی مسائل:۔

ہمیں تھوڑی سے کوشش یہ بھی کرنی ہے کہ ہم جس موضوع پر بھی مجلس پڑھ رہے ہیں اُس کے حوالے سے کوئی ایک فقہی مسئلہ اس خوبصورتی سے بیان کریں کہ سننے والوں کو یہ نہ لگے کہ زبردستی اسے شامل کیا جارہا ہے بلکہ گفتگو کا حصہ معلوم ہو۔

مثال کے طور پر اگر ہم مولا علیؑ کے حالتِ رکوع میں انگوٹھی دینے والا واقعہ پڑھ رہے ہیں تو یہاں ہم اس کو یوں بیان کرسکتے ہیں کہ ''مولائے کائنات نماز میں مشغول ہیں خدا سے راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں، اتنے میں سائل سوال کرتا ہے کچھ نہ ملنے پر اُس ہی خدا کی بارگاہ میں سوال کرتا ہے جس خدا کی بارگاہ میں مولائے کائناتؑ موجود ہیں کہتا ہے اے رب گواہ رہنا تیری بارگاہ سے خالی ہاتھ لوٹ رہا ہوں۔ بس خدا کا جو بندہ بارگاہِ خدا میں موجود تھا اُس نے اپنے ذکر کو روکا جیسا کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ نماز کے واجب اذکار میں حرکت کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، کوئی بھی حرکت اگر کرنا ضروری ہو تو ذکر کو روک کر انجام دیا جاتا ہے۔ مثلاً خارش ہو رہی ہو یا دورانِ نماز چھینک آجائے تو واجب ذکر کو روک دیا جاتا ہے عمل انجام دے کر ذکر کا سلسلہ پھر شروع کیا جاتا ہے۔ بس خدا کے ولی نے اپنے ذکر کو روکا سائل کو اشارے سے بُلایا اور انگوٹھی عطا کردی''۔

کتنے آرام سے سلسلے کو توڑے بغیر ہم نے ایک فقہی مسئلہ بھی سامعین کے گوش گزار کردیا۔

ہم جب بھی کوئی فقہی مسئلہ بیان کریں تو ہمیشہ اس طرح کے جملوں کا سہارا لینا چاہیئے کہ ''آپ تو جانتے ہی ہیں ان بچیوں کے لئے میں بیان کر رہی ہوں'' یا ''جیسا کہ آپ کے علم میں یہ بات ہے''۔

میں نے بعض ذاکرات کو یہ بھی کہتے سنا ہے کہ ''آپ لوگوں کی اصلاح کے لئے بیان کرتی ہوں'' ایسے جملوں سے مجمع پر اچھا تاثر نہیں پڑتا ہے مجمع کہے گا کہ ہم کو جاہل سمجھا ہے کیا؟ ہمیشہ جملے اچھے استعمال کریں تاکہ جن کو نہیں معلوم ہے وہ بھی یہ سوچیں کہ سب کو معلوم ہے تو ہمیں یہ مسئلہ کیوں نہیں معلوم تھا۔ مثال کے طور پر

ہم نے کوئی بہت اچھا مولا کے فضائل کا واقع بیان کیا جس کو سن کر مجمع جوش میں ہے وہاں ہم نے کہا ''اسی وجہ سے تو دشمنوں کو ہمارے آئمہ سے عداوت ہے کہ ان جیسے بن نہیں سکتے تو ان کی قدر بھی نہیں کرتے۔ کسی نے ابوحنیفہ سے پوچھا کہ جب آپ سجدے میں جاتے ہیں تو سجدے میں آنکھیں کھلی رکھتے ہیں یا بند رکھتے ہیں؟ کہنے لگے کہ کبھی آنکھیں کھلی رکھتا ہوں اور کبھی بند رکھتا ہوں۔ پوچھنے والے نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگے جب مجھے لگتا ہے کہ جعفر صادق آنکھ کھول کر سجدے میں ذکر پڑھتے ہیں تو میں آنکھیں بند کر لیتا ہوں اور جب مجھے لگتا ہے کہ وہ آنکھیں بند رکھتے ہوں گے تو میں آنکھیں کھول لیتا ہوں''۔ اب دیکھیں جہالت کے انتہا کہ خود مسئلے سے واقف نہیں ہیں اور نہ ہونا چاہتے ہیں بس اپنے عمل کو ہمارے امام کے مخالف انجام دینا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم آئمہ معصومینؑ کے ماننے، اپنے معصومینؑ کی سیرت پر چلنے والے ہیں، اپنے آئمہ کا اتباع کرنے والے ہیں، ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ سجدے میں آنکھیں کھلی ہوتی ہیں، کیونکہ سجدے میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سجدے میں آنکھیں بند کر کے ہم خدا کی قربت حاصل کرتے ہیں، اپنے آپ کو خدا سے قریب محسوس کرتے ہیں تو علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مکروہات میں خدا کا قرب مت تلاش کرو خدا کا قرب خدا کے بتائے ہوئے طریقے سے حاصل کرو''۔

اب دیکھیں جو لوگ اس مسئلے سے واقف نہیں ہوں گے وہ خود یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ہم سالہا سال سے نمازیں پڑھ رہے ہیں ہمیں اس کا علم کیوں نہیں تھا۔

محتاط گفتگو:۔

ہمیں مجلس پڑھتے وقت یہ دھیان رکھنا ہے کہ سامعین کس نظریئے کے حامل ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم جس مجمع سے خطاب کر رہے ہیں وہ نصیری عقیدہ رکھنے والا ہے اور وہاں ہم نے مولا علیؑ کے فضائل اتنے بڑھا چڑھا کر بیان کر دیئے کہ ان کا عقیدہ اور مضبوط ہو جائے۔ وہاں ہمیں بہت محتاط ہو کر گفتگو کرنی ہوگی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مجالس میں مولا علیؑ کے فضائل کثرت سے بیان کئے جاتے ہیں، مولا علیؑ کے فضائل بیان کئے بغیر تو ہماری مجالس ہی مکمل نہیں ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ہماری ایک بہت مشہور ذاکرہ سیدہ صفت فاطمہ کہتی ہیں ''بغیر فضائل مولا علیؑ کے مجلس ایسی ہے جیسے بغیر نمک کی دال''۔

تو ہمیں فضائل مولائے کائنات بیان کرنے سے روکنا نہیں ہے بلکہ اس طرح سے بیان کرنا ہے کہ خدا اور خدا کے ولی میں فرق رہے۔ مثلاً

(۱) وَلَم يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ.

ہم نے بیان کیا کہ خدا وہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے، جس کا کوئی کُفُو نہیں ہے اور یہاں رسولِ خدا کی وہ حدیث بیان کی:

لولاک علی کما کُفُو فاطمه

''علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کُفُو نہ تھا''۔

تو اب اس کو اس طرح سے بیان کر سکتے ہیں کہ علیؑ وہ ہیں اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ تھا۔ اور خدا وہ ہے جس کا کوئی کفو نہیں ہوتا ہے۔

(۲) بے شک مولائے کائنات نے سورج کو پلٹایا ہے، کس کے لئے پلٹایا ہے، اپنے رب کی عبادت کے لئے، اپنے خدا کی نماز ادا کرنے کے لئے۔ اس خدا نے مولا علیؑ کو یہ صفت عطا کی ہیں، لیکن ذرا غور کریں کہ جب لوہا آگ کے قریب ہوتا ہے تو آگ کی طرح گرم ہو جاتا ہے۔ جب مزید آگ سے قریب تر ہو جائے تو لوہے میں بھی آگ کی صفات آ جاتی ہیں لیکن لوہا لوہا رہتا

ہے اور آگ آگ رہتی ہے۔ لوہے میں آگ کی صفات آ جاتی ہیں مگر لوہا آگ نہیں بن جاتا ہے اب جو صاحبِ بصیرت ہوتے ہیں وہ آگ اور لوہے کے فرق کو صاف دیکھ سکتے ہیں اور جو عقل کی بصیرت سے محروم ہو جاتے ہیں وہ لوہے کو بھی آگ سمجھ لیتے ہیں۔

☆ اگر مولا علیؑ خدا ہیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس کے لئے نماز پڑھ رہے تھے، جب سائل نے سوال کیا اور مولا نے اپنی انگوٹھی عطا کر دی۔

☆ اگر مولا علیؑ خود خدا ہیں تو انہوں نے کس خدا کی نماز پڑھنے کے لئے سورج کو پلٹایا تھا۔

☆ اگر مولا علیؑ خود خدا ہیں تو وہ کس خدا کے لئے نماز پڑھ رہے تھے جب پیر سے تیر نکالا گیا تو خبر بھی نہ ہوئی۔

☆ اگر مولا علیؑ خدا ہیں تو وہ کس کے لئے نماز ادا کر رہے تھے جب ابن ملجم نے تلوار کی ضرب لگائی اور ہمارے مولاؑ نے فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم آج علیؑ کامیاب ہو گیا۔

(۳) ہمیں یہ بھی خیال رکھنا ہے کہ ہمارے سامنے جو مجمع ہے وہ نماز، روزے والا ہے یا صرف آنسوؤں پہ اکتفا کرنے والا ہے۔ اگر یہ مجمع صرف آنسوؤں پر اکتفا کرنے والا ہے تو ہمیں یہاں عبادات کی اہمیت بیان کرنی چاہیئے، نماز روزے کی فضیلت بیان کرنی چاہیئے کہ اس ہی نماز کو بچانے کے لئے تو امام حسینؑ نے سر کٹایا ہے۔ ایسے مجمع کے سامنے ہمیں معصومین کا طریقۂ عبادت بیان کرنا ہے۔

اگر صرف امام حسینؑ پر رو لینا ہی کافی ہے تو کیا ضرورت تھی امام حسینؑ کے بعد آئمہ کو عبادت کرنے کی، سید الساجدینؑ، زین العابدینؑ بننے کی۔ ہمارے معصومینؑ نے پوری زندگی عبادت میں بسر کر کے سکھایا کہ ہماری محبت بھی ضروری ہے اور خدا کی عبادت بھی ضروری ہے۔

(۴) مثال کے طور پر ہم مولا علیؑ کی ولادت بیان کر رہے ہیں تو دورانِ گفتگو ہم اس نظریئے کو واضح کر سکتے ہیں کہ معصومین کی ولادت ہوتی ہے، ظہور نہیں ہوتا ہے کیونکہ ظہور کے معنی ہیں کہ جو موجود ہیں مگر نظروں کے سامنے نہیں ہیں۔ جیسے ہمارے وقت کے امامؑ جن کی ولادت ہو چکی ہے ہم اب ان کے ظہور کے منتظر ہیں۔ اب ہمارے امامؑ کو ظہور کرنا ہے۔ ولادت تو ان کی اس وقت ہو

گئی تھی جب 261 ہجری میں امام حسن عسکریؑ نے اپنی پھوپھی جناب حلیمہ سے فرمایا تھا کہ آج آپ یہیں رُک جائیں کیونکہ میرے گھر میں ولادت متوقع ہے۔ تو جنابِ حلیمہ نے فرمایا تھا کہ میں تو نرجس خاتون میں ایسے آثار نہیں دیکھ رہی ہوں۔ تو امامؑ نے فرمایا کہ نرجس کا حامل مادرِ موسیٰ کے حمل کی مانند ہے اور اُس رات امام حسن عسکریؑ کے گھر میں امامِ زمانہؑ کی ولادت ہوئی۔ جس طرح خدا کے گھر میں مولائے کائنات کی ولادت ہوئی۔ تین دن خدا نے شہزادی فاطمہ بنتِ اسد کو اپنے گھر میں مہمان رکھا، اگر ظہور کرنا تھا مولاؑ کو تو کیا ضرورت تھی اتنے اہتمام کی، لیکن خدا کو واضح کرنا تھا کہ معصومینؑ بھی دنیا میں اس ہی انداز سے آئے ہیں جو خدا نے مقرر فرمایا ہے۔ بس معصومینؑ کا رِجس سے تعلق نہیں ہے ان کو خدا نے رِجس سے پاک رکھا ہے۔

معصومینؑ کے ظہور کا تصور دشمن نے کتنے آرام سے ہمارے عقیدے میں شامل کر دیا ہے کہ آج ہر امامؑ کی ولادت پر ظہورِ امامؑ مبارک ہو کے Message آتے رہتے ہیں اور ہم کتنے معصوم ہیں کہ دشمن کے ہر نظریئے کو قبول کر لیتے ہیں۔

ڈاکٹر عابد حسین زیدی اس نظریئے کی مخالفت میں کہتے ہیں کہ "دشمن نے بڑی مہارت سے اس نظریئے کو ہمارے عقیدے میں شامل کیا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ امامؑ کی ولادت نہیں ہوتی ظہور ہوتا ہے اور ولادت نہیں ہوتی تو شہادت کا نظریہ بھی صحیح نہیں، اور شہادت نہیں ہوتی تو کیا ضرورت ہے معصومینؑ کے روضے بنانے کی اور ان پر زیارت کے لئے جانے کی، پھر کیا ضرورت ہے ان مجالس کی اور ان جلوسوں کی"۔

خدا نے اول امامؑ کی ولادت کا اتنا عظیم الشان اہتمام کیا ہے کہ رہتی دنیا میں اس انداز سے کسی کی ولادت نہ ہوئی ہوگی اور پھر ہم نے مولائے کائناتؑ کی پوری ولادت بیان کر دی۔

تو اب ایک ذاکر/ ذاکرہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ بہت خوبصورتی اور محتاط انداز میں جہاں جس علاقے میں جو غلط نظریئے پروان چڑھ رہے ہیں ان کی حوصلہ شکنی کی جائے، لوگوں کی اتنی صفائی سے اصلاح کی جائے کہ ان کو پتا بھی نہ چلے کہ ان کی صفائی ہوگئی ہے۔ جس طرح ایک غلط نظریئے کو اختیار کرنے میں انہوں نے وقت نہیں لگایا اس ہی طرح ہماری دلیل اتنی مستحکم ہوں کہ غلط نظریات

کے لئے جگہ ہی باقی نہ رہے۔

ذاکری / منبر کے آداب:۔

جس طرح ہر عمل کو انجام دینے کے لئے کچھ آداب ہوتے ہیں مثال کے طور پر کھانا پکانے کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔ برتن اچھی طرح دُھلا ہو، جو چیز پکا رہے ہیں اس کو اچھی طرح دھولیں، کھانا پکاتے وقت باوضو رہنے کا بھی حکم ہے، یہ کھانا پکانے کے آداب ہیں اس ہی طرح ہر عمل کو انجام دینے کے آداب ہوتے ہیں منبر پر بیٹھنے کے بھی کچھ آداب ہیں۔

☆ منبر پر بیٹھنے سے پہلے طہارت کا خیال رکھیں اور باوضو ہو کر منبر پر بیٹھیں۔

☆ منبر پر بیٹھنے سے پہلے منبر پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگنا یا مدد طلب کرنا جیسے مختلف ذاکرین مختلف مدد طلب کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر "یا مولاتی یا فاطمہؑ ادرکنی اغثنی" یا "یا امامِ زمانہؑ ادرکنی"۔

☆ منبر پر بیٹھ کر مائک اپنے حساب سے Set کروائیں یا تھوڑا سا خود اپنے منہ کے قریب کرلیں۔

☆ درود بھجوانا کم از کم تین مرتبہ درود پڑھوانا۔

بر محمدؐ و آلِ محمدؐ صلواۃ۔

برائے خوشنودی شاہِ نجف بلند تر صلواۃ۔

برائے ظہورِ امامِ زمانہؑ بلند تر صلواۃ۔

اور اس طرح کے بے شمار جملے بنائے جاسکتے ہیں۔

☆ سورۃ فاتحہ۔

☆ رب الشرح لی صدری ویسرلی امری حلل عُقدۃ مِن لّسانی یفقھوا قولی.

☆ دعائے سلامتی امامِ زمانہؑ

☆ خطبہ

☆ سرنامہ کلام۔

حسنِ اخلاق:۔

یہ وہ خصوصیت ہے جو ہر مکتبِ اہل بیتؑ سے تعلق رکھنے والے انسان میں ہونی چاہیئے لیکن ان لوگوں کے لئے زیادہ ضروری ہے جو منبر پر بیٹھتے ہیں اور تعلیماتِ اہل بیتؑ کو عام کرتے ہیں۔ سیرتِ آئمہ معصومینؑ بیان کرنے والوں پر حسنِ اخلاق کا دامن تھامے رکھنا بہت ضروری ہے۔ ذاکرین کا لہجہ اتنا نرم اور شیریں ہونا چاہیئے کہ سامعین کے دل میں اُتر جائے جو بھی بات کریں اتنے خلوص کے ساتھ کریں کہ خود بخود آپ کی بات پر عمل کرنے کا دل چاہنے لگے۔ بعض ذاکرات کا اندازِ بیاں ایسا ہوتا ہے گویا وہ منبر پر بیٹھ کر عوام الناس کو ڈانٹ رہی ہوں۔

اب تصور کریں کہ کوئی ذاکرہ سخت لہجے میں تلخی کے ساتھ کہیں:

نبیؐ نے فرمایا:

''ایسے لوگ میری شفاعت سے محروم رہیں گے جنہوں نے نماز کو خفیف جانا۔''

نبی نے فرمایا:

''ایسے لوگ جنہوں نے نماز کو خفیف جانا وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد نہیں ہو سکتے۔''

نبی نے فرمایا:

''جو شخص اپنی نمازوں کو ضائع کرے گا وہ روزِ حشر قارون اور ہامان کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور خدا انہیں منافقین کے ساتھ جہنم میں داخل کرے گا۔''

مولا علیؑ نے فرمایا:

''میرے شیعوں کو دو خصلتوں سے پہچانو ایک اوقاتِ نماز کی پابندی اور دوسرے اپنے مومن بھائی کی مدد۔''

مولا علیؑ تو نماز پڑھنے والوں کو اپنا شیعہ کہہ رہے ہیں جو نماز نہیں پڑھتا وہ تو شیعہ ہے ہی نہیں وہ تو اپنے آپ کو شیعہ کہہ ہی نہیں۔

اب یہی الفاظ یہی احادیث کسی ایسی ذاکرہ کی زبان سے تصور کریں جو حُسن اخلاق رکھتی ہوں جن کی انداز میں دل جیتنے کی صلاحیت ہو۔

میرے مولا علیؑ فرماتے ہیں ''میرے شیعوں کو دو خصلتوں سے پہچانو ایک اول وقت میں نماز کی ادائیگی اور دوسرے اپنے مال سے مومن بھائی کی مدد۔''

خدا کا شکر ہے کہ ہم کلِ ایمان کے ماننے والے ہیں ہم نماز نہ پڑھیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے جس کا مولاؑ سورج کو پلٹا کر نماز ادا کرے اس کے چاہنے والے نماز نہ پڑھیں ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ ہم تو نماز کی اہمیت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ہمارے نبیؐ نماز کیلئے فرماتے ہیں:

''ایسے لوگ میری شفاعت سے محروم رہیں گے جنہوں نے نماز کو خفیف جانا۔''

ہمارے نبیؐ فرماتے ہیں

''ایسے لوگ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد نہ ہو سکیں گے جنہوں نے نماز کو خفیف جانا۔''

خدا کا شکر ہے کہ ہم تو صاحبِ کوثر کے ماننے والے ہیں ہم کیسے نماز کو خفیف جان سکتے ہیں کیونکہ ہم تو جانتے ہیں نا کہ ہمارے نبیؐ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی نمازوں کو ضائع کرتا ہے وہ روزِ حشر ہارون اور ہامان کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور خدا انہیں منافقین کے ساتھ جہنم میں داخل کرے گا۔

اب خود ہی تصور کر کے فیصلہ کریں کہ جو تلخی سے نماز پڑھنے کا کہے گا اس بات پر عمل کرنے کا دل چاہے گا یا جو حُسن اخلاق کے ساتھ کہے گا اس کی بات ماننے کا دل چاہے گا۔ جو اخلاص کے ساتھ یہ کہے گا کہ ہم تو نماز ترک کر ہی نہیں سکتے ہیں کیونکہ ہم تو درِ اہل بیتؑ سے وابستہ ہیں ہم میں سے کوئی تارکِ نماز ہو ہی نہیں سکتا ہے کیونکہ ہم تو مولا علیؑ کے شیعہ ہیں تو اب جو تارکِ نماز آپ کی مجلس میں بیٹھا ہے وہ خود شرمندہ ہو رہا ہوگا اور اپنے آپ کو نماز پڑھنے پر آمادہ کرے گا۔

حجاب:۔

بات پھر وہیں سے شروع ہوگی کہ حجاب تو اسلام نے تمام خواتین پر واجب کیا ہی ہے

پھر کنیزِ سیدہؑ ہونے کے ناطے ہم شیعوں پر یہ ذمہ داری زیادہ عائد ہوتی ہے اور پھر خطیبِ اہل بیتؑ پر اور لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اسلامی حجاب کا خیال رکھے۔ اگر حجاب کرنا کسی کے لئے اتنا آسان نہ ہو تو کم از کم، کم از کم منبر پر آنے سے پہلے تو حجابِ اسلامی کو مکمل اختیار کریں۔

بعض ذاکرات سر پر دوپٹہ ڈال کر مطمئن ہو جاتی ہیں، بعض ذاکرات اسکارف پہن کر کندھے پر دوپٹہ ڈال کر اپنی ذمہ داری پوری کر لیتی ہیں۔ لیکن خود ایمانداری سے سوچ کر بتائیں کہ ایک ذاکرہ جو بار بار اپنا دوپٹہ سنبھالے جائے، دوپٹہ گرتا رہے، ذاکرہ سنبھلتی رہے اس کی شخصیت متاثر کرتی ہے؟ یا ایک وہ ذاکرہ ہے جس نے دوپٹہ یا مقنعہ پہنا ہوا ہے اور بڑی سی ایرانی چادر اوڑھ کر علمی گفتگو کر رہی ہوں ان کی شخصیت زیادہ متاثر کرتی ہے۔

عوام خود چاہے کچھ بھی کرے لیکن ایک ذاکرہ کو مثالی دیکھنا چاہتی ہیں، خود بھلے جالی کی آستینیں بغیر استر کے پہن لیں لیکن ذاکرہ کو مکمل حجاب میں دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے جو کہ منبر کا تقاضہ بھی ہے۔ ہم منبر سے جس کی تعلیمات بیان کر رہے ہیں ہمیں خود بھی ان کی سیرت پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ باطن تو کوئی کسی کا نہیں جانتا ہے مگر ایک ذاکرہ کا ظاہر تعلیماتِ اہل بیتؑ کے عین مطابق ہونا چاہیئے۔

☆ سر ڈھکا ہوا ہو۔

☆ چادر بڑی ہو جو پورا جسم چھپائے۔

☆ آستینیں بھی پوری ہوں۔

☆ موزے بھی پہنے ہوں۔

☆ ناخن بھی بڑھے ہوئے نہ ہوں کہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنیں۔

☆ سب سے اہم بات سیاہ لباس کی پابندی کریں۔ ذاکرہ کا لباس، چادر، موزے سب سیاہ رنگ کے ہونے چاہئیں۔

(3) انگریزی الفاظ کا کم سے کم استعمال:۔

ہمیں کوشش یہ کرنی ہے کہ ہماری اردو زبان پر گرفت مضبوط ہو۔ میں پہلے بھی اردو کے

حوالے سے گفتگو کر چکی ہوں کہ ذاکرہ کی زبان اگر اردو ہے تو اردو پر مکمل عبور ہونا چاہیے۔ ایک ذاکرہ جب عربی پڑھتی ہیں تو مجلس کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ فارسی سے بھی بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ مگر جب انگریزی کے الفاظ بیچ میں آجائیں تو وہ کوئی بہت اچھا اثر نہیں چھوڑتے ہیں۔ اگر ہم نے مجمع کو یہ باور کرادیا ہے کہ ہمیں عربی بھی آتی ہے ہمیں فارسی سے بھی واقفیت ہے ہم اردو میں بھی کمال کے ہیں پھر اگر ہم انگریزی الفاظ استعمال کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مجمع یہ جانتا ہے کہ آپ کو عربی، فارسی، اردو سب آتی ہے تو انگریزی آنا بھی آپ کی ایک خصوصیت ہوئی، لیکن اگر آپ دورانِ گفتگو بہت سوچ کر انگریزی میں لفظ ادا کریں تو اس سے یہ تاثر قائم ہوگا کہ آپ کو اردو میں یہ لفظ نہیں آرہا تھا اس لئے انگریزی میں کہہ دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

کتب استفادہ

(۱) قرآن مجید — مترجم مولانا فرمان علی

(۲) سیرت النبی — علامہ باقر مجلسی

(۳) میزان الحکمت — آیت اللہ محمدی ری شہر

(۴) بحار الانوار — علامہ محمد باقر مجلسی

(۵) قصص الانبیاء — علامہ محمد باقر مجلسی

(۶) بیت الاحزان — شیخ عباس قمی

(۷) حدیث کربلا — علامہ طالب جوہری

(۸) مصباح المجالس — مولانا حسن ظفر نقوی

(۹) ارشادِ رسولؐ — آیت اللہ فضل اللہ کمبانی

(۱۰) مہر ذاکری — سید حسن رضا رضوی

(۱۱) ذخیرۃ المجالس — حکیم سید غلام حیدرِ کرار

(۱۲) مجالسِ شامِ غریباں — شاہد عباس

(۱۳) تاثیر مجالسِ عزاداری — آیۃ اللہ سید حسینی شیرازی

(۱۴) فرہنگ عامرہ — محمد عبد اللہ خان خویشگی

(۱۵) نسیم اللغات — نسیم امروہوی

(۱۶) قرآن مجید — مولانا فرمان علی

(۱۷) میزان الحکمت — آیت اللہ محمدی ری شہری

(۱۸) مرثیے پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ — ساحر لکھنوی

(۱۹) مجالس المومنین — سید نور اللہ شوستری

(۲۰) صدائے محسن — کشور رضا ملک
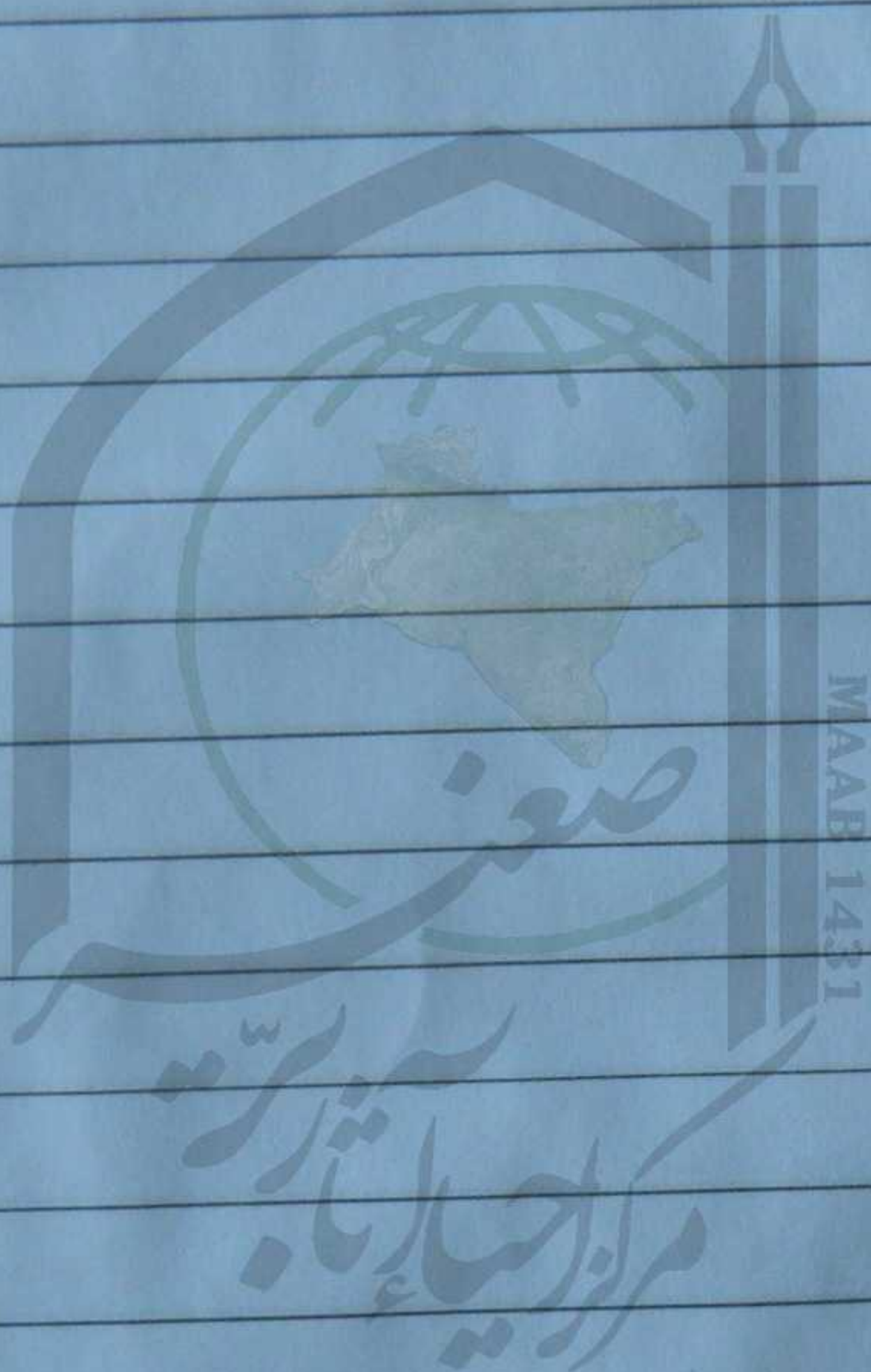
مصنّفہ کا تعارف

''ناصرہ رضا کا تعلق پاکستان کے معروف علمی وادبی گھرانے سے ہے اور یہ خود بھی بہت کم عمری سے مجالس عزا میں ذاکری کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ تعلیمی اعتبار سے اسلامک اسٹڈیز میں ماسٹرز کی ڈگری کے علاوہ مکتبِ فضّہ ذاکری سے تین سالہ عالمہ کی سند بھی حاصل کی ہوئی ہے۔''

Printed by Printex 021-36708174, 03343323964